خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

JUNE 2004

# خواتین ڈائجسٹ

ہمارے نام، نادرہ خاتون ۲۹۵

کرن کرن روشنی، ادارہ ۱۷


## آپ سے کیا پردہ


فقیر بن کر، انشا جی ۲۲


## خاتون کی ڈائری


میری ڈائری سے، امت الصبور ۲۳


## مجھ سے ملیے


باتیں مانی سے، شاہین رشید ۲۵


## انٹرویو


مدیحہ گوہر کا گھر، شہلا نرگس ۲۹

تیرے جانے کے بعد بھی، امت الصبور ۳۰۹


## مکمل ناول


میرے گمشدہ، فاخرہ جبیں ۶۰

ایک روشن ستارہ، اسماء قادری ۱۶۰


## ناول


تھوڑا سا آسماں، عمیرہ احمد ۲۳۶

کوئی لمحہ گلاب ہو، نگہت عبداللہ ۲۷۴

دِل آباد، رفعت سراج ۳۶


## ناولٹ


مہرو، رخسانہ نگار ۲۰۴

زندگی تھک گئی، فائزہ افتخار ۲۲

تیرے کوچے میں، ماہا ملک ۲۵۶


## افسانے


ایٹمی محبت، سعدیہ رئیس ۱

تارِ عنکبوت، شاہدہ چوہدری


## نظمیں، غزلیں


نظم، اعتبار ساجد ۹۱

غزل، انور شعور ۹۱


زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

500 روپے

اسما قادری

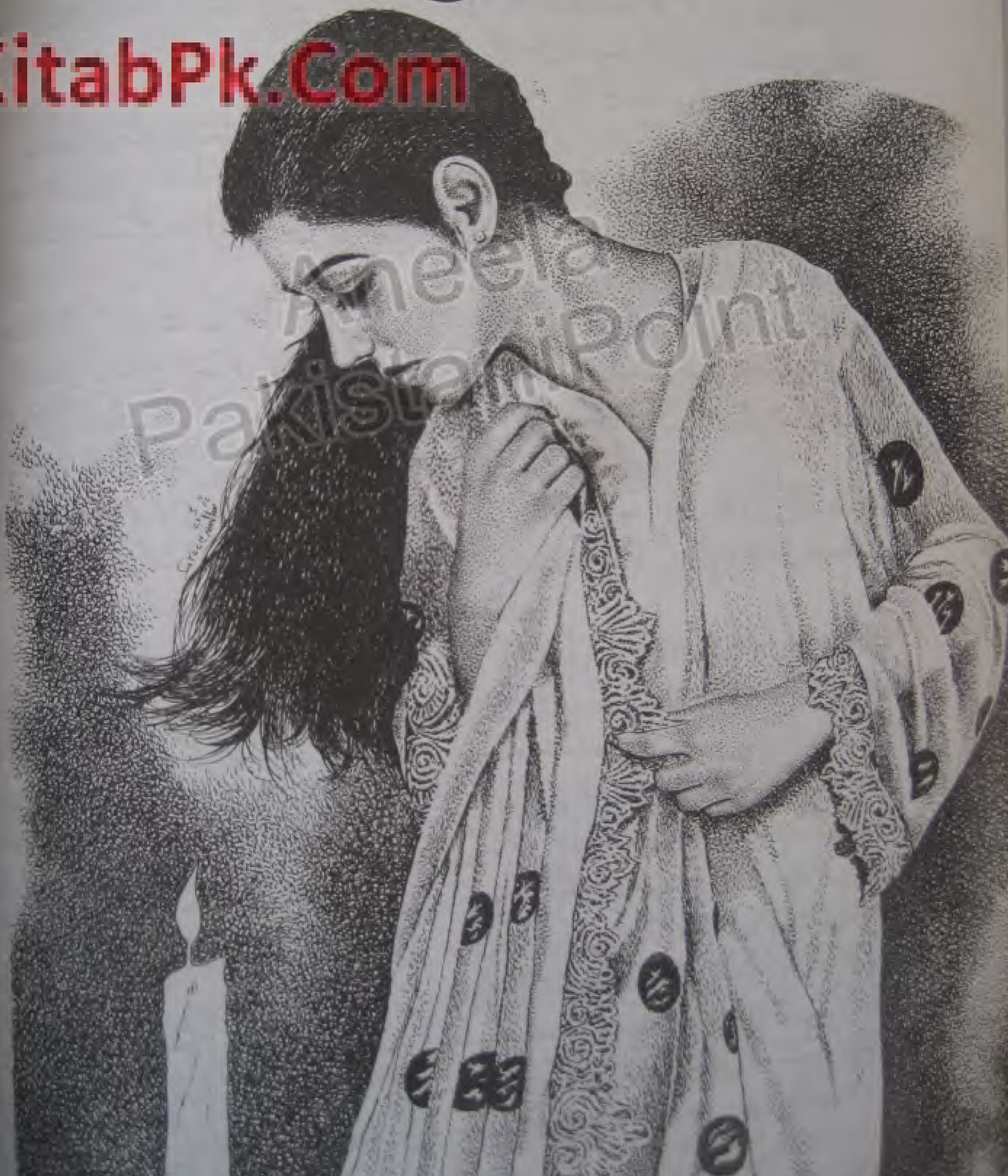

KitabPk.Com

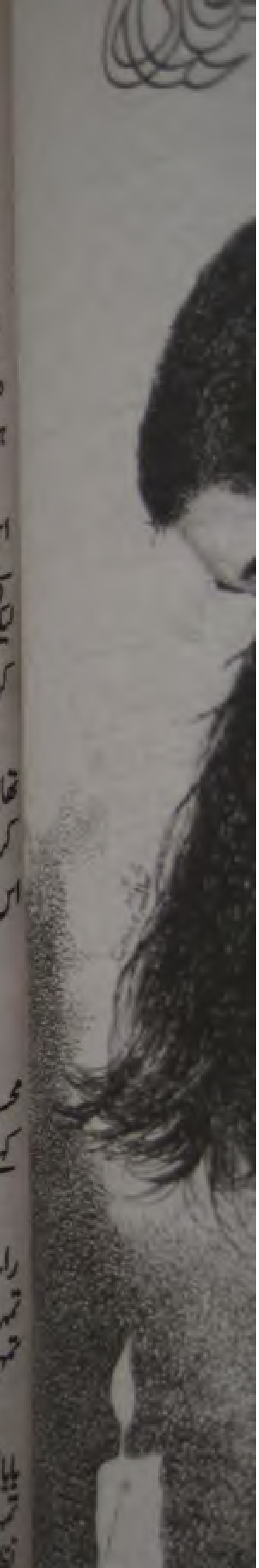

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر سویٹ منیٰ!" اپنے نوٹس کا بغور جائزہ لیتی منیٰ نے فون کی بیل پر بڑی بے توجہی سے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تھا لیکن دوسری طرف سے جتنے جوش و خروش کے ساتھ لہک لہک کر اسے وِش کیا جا رہا تھا اس پر وہ چونکے بغیر نہیں رہ سکی اور ایک حیران کن نگاہ دیوار گیر گھڑی پر ڈالی جو اس وقت بارہ بج کر ایک منٹ ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔

"جندب!" دوسری طرف سے آتی آواز کو پہچاننا اس کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں تھا۔ ہر روز صبح شام سنی جانے والی آواز کو پہچاننا مشکل ہو بھی نہیں سکتا تھا لیکن اس طرح اور رات کے اس پہر وہ اسے فون کرے گا' یہ بھی اس کے گمان میں نہیں تھا۔

"تمہارے خیال میں صبح کا سورج طلوع نہیں ہونا تھا یا پھر میں صبح ہونے سے پہلے اس جہان فانی سے کوچ کرنے والی تھی جو تم نے اس وقت فون کھڑکا ڈالا۔" اس کے لہجے سے سخت جھنجلاہٹ ظاہر تھی جسے

کہ تم میرے لیے ان سب لوگوں سے زیادہ اہم اور خاص ہو۔ اگر تمہارے برتھ ڈے پر کوئی ایک شخص بھی تمہیں مجھ سے پہلے وِش کر دیتا تو مجھے بہت برا لگتا۔ جب تمہارا شمار میری زندگی کی سب سے اہم شخصیت میں ہوتا ہے تو تمہاری خوشیوں میں شریک ہونے کا سب سے پہلا حق بھی مجھے حاصل ہے لیکن تمہیں یہ بات سمجھنے میں شاید ابھی کچھ وقت لگے گا۔" اس نے یکدم ہی لائن منقطع کر دی تھی۔ ریسیور ہاتھ میں تھامے بیٹھی منیٰ نے اپنا سر پکڑ لیا۔ جندب کے یہ اچانک تبدیل ہوتے انداز اسے ڈسٹرب کر دیتے تھے۔ وہ کوئی اجنبی نہیں تھا لیکن عمر کے اس دور میں آ کر اچانک ہی اس کے رویوں میں نیا پن پیدا ہو گیا تھا۔ یہ رویے منیٰ کے لیے ضرور انوکھے تھے۔

آپ کی زندگی کے اول روز سے آپ کے ساتھ رہنے والے شخص میں اچانک ہی کوئی تبدیلی در آئے تو حیرت تو یقیناً ہوتی ہی ہے۔ جندب اور ہادیہ دو ایسی شخصیات تھیں جن سے اس کی دوستی محاورتاً ہی

## مکمل ناول

محسوس کر کے وہ ہنس پڑا اور پھر یکدم ہی سنجیدہ ہو کر کہنے لگا۔

"خدا نہ کرے منیٰ! کہ تمہاری زندگی میں ایسی کوئی رات آئے جس کی صبح طلوع نہ ہو۔ میں چاہتا تھا کہ تمہاری زندگی کے اس اہم دن پر سب سے پہلے میں تمہیں وِش کروں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے جندب! اب کیا صبح امی' بابا' ہادیہ' میرے دوست اور وہ سارے لوگ جو تمہارے بعد مجھے وِش کریں گے' ان کی اہمیت میری نظر میں کم ہو جائے گی۔" وہ بڑے رسان سے اسے سمجھا رہی تھی۔

"سب سے پہلے تمہیں وِش کرنا تمہاری نظر میں غیر اہم ہی کیوں نہ ہو لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں

نہیں، "حقیقتاً" بھی پنگھوڑے میں ہو گئی تھی۔

جندب اس کے بڑے ماموں کا بیٹا تھا جبکہ ہادیہ چھوٹے ماموں کی بیٹی۔ منیٰ کی امی خدیجہ اپنے دونوں بھائیوں سے بڑی تھیں۔ ایک ہی قطار میں بنے ان تینوں بہن بھائیوں کے گھر، جو دراصل نانا ابا کی طرف سے ان لوگوں کو ترکے میں ملے تھے۔ جہاں لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث تھے، وہیں منیٰ، جندب اور ہادیہ کی ایک ایک دن کے وقفے سے ہونے والی پیدائش بھی بہت دلچسپ تھی۔ منیٰ یکم مارچ، جندب دو مارچ اور ہادیہ تین مارچ کو دنیا میں جلوہ افروز ہوئی تھی۔

جہاں ان تینوں کی لگاتار پیدائش نے لوگوں کو اس اتفاق پر حیران کیا تھا، وہاں یہ بات بھی قابل ذکر تھی کہ تینوں ہی بچے اپنے گھر والوں کے لیے خصوصی اہمیت اور توجہ کے مستحق قرار پائے تھے۔ منیٰ دو بھائیوں کے بعد پیدا ہونے والی پہلی بہن تھی، جو ہمیشہ اکلوتی بھی رہی۔ جندب بڑے ماموں کا سب سے بڑا بیٹا تھا جس کے بعد تین بہنیں دنیا میں وارد ہوئیں اور وہ ہنوز اکلوتے پن کی مسند پر براجمان رہا۔ ہادیہ کا معاملہ ان دونوں سے بھی زیادہ خاص تھا کیونکہ وہ چھوٹے ماموں کی اکلوتی دختر نیک اختر تھی۔

تین اکلوتوں کی یہ تکون ایک ساتھ پروان چڑھی تھی اور تینوں کے درمیان دوستی کا رشتہ بڑی مضبوطی سے استوار تھا۔ اگرچہ مزاج تینوں ہی کے مختلف تھے لیکن پھر بھی وہ تینوں ایک دوسرے کے دوست تھے۔ مزاج کے فرق نے تمام معاملات کے ساتھ ساتھ تعلیمی زندگی میں بھی اختلاف پیدا کیا تھا۔ وہ تینوں تین الگ الگ مضامین میں گریجویٹ تھے۔

جندب نے کامرس کو اپنایا تھا۔ ہادیہ سائنس کی گریجویٹ تھی جبکہ منیٰ نے قابلیت کے عمومی نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے سائنس یا کامرس کے بجائے آرٹس کا انتخاب کیا تھا۔ دراصل ہر عام شے سے اختلاف کرنا اور اپنے دلائل کے ذریعے اس اختلاف کو درست ثابت کرنا اس کے مزاج کا ایک لازمی جز تھا۔ اس میں دوسروں سے مخالف سمت جا کر بھی اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کی جو اہلیت تھی، اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے لیے وکالت کے پیشے کا انتخاب کیا تھا۔ اس کے انداز کی قطعیت سرگرمی، حاضر جوابی، جوش و خروش مل کر ایل ایل بی کے تیسرے سال میں ہی اسے ایک مکمل وکیل ثابت کرتے تھے۔

اس کے برعکس جندب اور ہادیہ نے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے عملی زندگی میں قدم رکھ دیا تھا۔ جندب بڑے ماموں کے بزنس کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھا، لہٰذا باقاعدہ تعلیم جاری رکھنا اس کے لیے ممکن نہ تھا، البتہ بزنس ایڈمنسٹریشن سے متعلق کئی شارٹ کورسز اس نے کر رکھے تھے اور آج کل کاروباری حلقوں میں اپنی کم عمری کے باوجود بھی ایک کامیاب اور زیرک بزنس مین گردانا جاتا تھا جس کے ہاتھ مٹی کو بھی سونا بنانے کا گر جانتے تھے۔

ان کی تکون کا تیسرا کونہ یعنی ہادیہ..... سائنس پڑھنے اور اچھے خاصے مارکس حاصل کرنے کے باوجود ایم ایس سی کرنے کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔ سائنس اسٹوڈنٹس کی عمومی خشک مزاجی کے برعکس وہ بڑی رومانوی مزاج رکھنے والی لڑکی تھی۔ گھر سجانا، مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا، نئی نئی ڈشز تیار کرنا اور دوستوں کی خوشیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اس کے مشاغل تھے۔ گریجویشن کے بعد کا سارا عرصہ اس نے کوکنگ، کٹنگ، بیکنگ، فلاور میکنگ، گلاس پینٹنگ اور نہ جانے کون کون سے کورسز کرنے میں گزارا تھا اور اب اپنا ذاتی انڈسٹریل ہوم چلا رہی تھی۔ منیٰ کی امی ہادیہ کی مثال دے دے کر منیٰ کو لڑکیوں والے شوق اور کاموں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتیں لیکن جو کسی کی بات سے قائل ہو جائے، وہ منیٰ ہاشمی کی شخصیت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

وہ کہتیں۔ "دیکھو ہادیہ کتنے مزیدار برز اور کیکس بناتی ہے اور تم ہو کہ آج تک روٹی بھی بنانا نہیں

ادھر سے تُرت جواب آتا۔

سیکھی۔ "روٹی کا کیا ہے امی! پندرہ بیس دن بھی لگ کر پکاؤں گی تو اسے دن بنانا آجائے گی لیکن کیریئر بنانے کے لیے تو انسان کو وقت دینا پڑتا ہے۔ یہ کوئی روٹی پکانے کا معاملہ نہیں کہ چند دن میں پورا ہو جائے۔"

"اور اپنی پندرہ بیس دن کے اندر سیکھی گئی روٹی کو تم پانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا کرو گی۔ بی بی! سالوں لگ جاتے ہیں عورت کو سالن میں نمک مرچ کا حساب رکھنے میں اور پھر بھی مرد ایک لقمہ کھا کر ریجیکٹ کر دیتا ہے۔" وہ اسے گھور کر کہتیں۔

"ہاہا۔۔۔ سالن۔۔۔ سینکڑوں ڈشز کے تیار شدہ مسالے ملتے ہیں بازار میں اور ہزاروں کتابیں بھری ہوئی ہیں کھانا پکانے کی ترکیبوں سے۔ پڑھی لکھی ہوں، ایک ایک چیز ناپ تول کر ڈالوں گی تو کمی بیشی کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے گا۔" وہ قہقہہ لگا کر کہتی۔

❊ ❊ ❊

"ہیپی برتھ ڈے جندب! یہ پکڑو اپنا گفٹ۔" بڑے فارمل سے انداز میں اسے مبارک باد دے کر اس کے ہاتھ میں تحفہ تھمایا۔

"اتنا بھاری بھرکم تحفہ تو نہیں لائی ہو تم میرے لیے جو یوں ادھ موئی ہوئی جا رہی ہو۔" اس کے انداز پر وہ خفا ہوا۔ یوں بھی وہ کافی لیٹ پہنچی تھی۔ کوئی باقاعدہ فنکشن چاہے ارینج نہ کیا جائے، وہ تینوں سالگرہ پر ایک دوسرے کے گھر جا کر وش ضرور کرتے تھے۔ آج بھی ہادیہ کافی دیر پہلے پہنچ گئی تھی اور اب ثمرہ اور ثانیہ کے ساتھ کچن میں گھسی ڈنر کی تیاری میں مصروف تھی۔ ایسے میں اس کا لیٹ پہنچنا یقیناً قابل گرفت تھا۔

"زیادہ مت بولو، کالج سے آفس اور آفس سے جناب کے گفٹ کے لیے خوار ہونے کے بعد سیدھی یہاں آ رہی ہوں۔ لہٰذا تھکن ہونا تو لازمی ہے۔" اس نے چڑ کر اسے وضاحت دی۔ اگرچہ وہ ابھی مکمل وکیل نہیں بنی تھی لیکن بیرسٹر احمد ہمدانی جو کہ بابا کے دوست تھے، ان کا آفس جوائن کر لیا تھا۔ کچھ بابا سے دوستی کی وجہ سے اور کچھ اس کی قابلیت اور ذہانت کو دیکھتے ہوئے بیرسٹر ہمدانی نے اس کو اپنے آفس میں آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

"بندہ کسی کی برتھ ڈے پر آتا ہے تو کوئی بُکے نہ سہی، ایک آدھ گلاب کی کلی ہی ساتھ لے آتا ہے۔ یہاں تو اٹھا کر روکھا سا گفٹ منہ پر دے مارا ہے۔" اب اس کا دوسرا شکوہ شروع ہو گیا تھا۔ منی کو ہنسی آنے لگی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نہیں لائی پھول تو ہادیہ تو لائی ہے نا۔ اتنے سارے ہیں، تم سمجھ لینا کہ یہ ہم دونوں کی طرف سے ہیں۔" سامنے ٹیبل پر رکھا مصنوعی پھولوں کا بُکے ہادیہ کے ہنرمند ہاتھوں کا جادو تھا۔ وہ یہ بات بغیر کسی کے بتائے بھی جان سکتی تھی۔

"اب میں مصنوعی گلاب کی کلی تو تمہارے بالوں میں لگانے سے رہا۔ برتھ ڈے ہے۔ انسان ذرا آج کے دن شوخی میں آ ہی جاتا ہے۔ انسان اگر دل چاہنے پر اپنی محبوبہ کے بالوں میں گلاب کی ایک کلی نہ لگا سکے تو کتنا بے چارہ سا لگتا ہے۔ تم سمجھ ہی نہیں سکتیں۔ اگر تمہیں اس بات کا احساس ہوتا تو آج کے دن یہ تیل چپڑ کر بنائے گئے بالوں کے بجائے کوئی خوبصورت سا ہیئر اسٹائل۔۔۔"

بڑی روانی سے بولتے بولتے اس کی نگاہ منی کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے پر پڑی تھی اور وہ باقی کا جملہ دانتوں تلے بمشکل روک سکا تھا۔

"میں جتنا تمہاری فضول باتوں کو نظرانداز کرتی ہوں تم اتنا ہی میرے سر پر چڑھے جا رہے ہو۔ آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" وہ بڑے جارحانہ تیوروں کے ساتھ اس سے بازپرس کر رہی تھی۔

مسئلہ ہوں تو نگاہیں نہ چراؤ مجھ سے
اپنی چاہت سے، توجہ سے مجھے حل کر دو

وہ اتنی آسانی سے باز آنے والا نہ تھا۔ اس کی خفگی کے باوجود بھی اپنے دل کی بات کہہ ہی گیا۔ باقی سب

لوگ اس کمرے سے باہر ادھر ادھر مصروف تھے۔ کچھ اس لیے بھی اسے منیٰ سے الجھنے میں آسانی تھی۔

"اوہو' یہاں تو لگ رہا ہے شعر و شاعری کا پروگرام چل رہا ہے۔" ثانیہ کے ساتھ اندر داخل ہوتی ہادیہ نے کہا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں بڑا خوبصورت سا برتھ ڈے کیک اٹھا رکھا تھا۔ جسے اب ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

"تم لوگ مصروف تھے۔ میں نے سوچا منیٰ بور ہو رہی ہوگی' اس لیے اسے وصی شاہ کی شاعری سنا کر بوریت سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔" منیٰ کے لال بھبوکا چہرے کی طرف دیکھتا وہ نہایت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ ان لوگوں کے کمرے میں آجانے کی وجہ سے اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اب ہونٹ بھینچے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم منیٰ کو شعر سنا رہے تھے' جب ہی تو کہوں اس کا چہرہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔" ہادیہ ہنسنے لگی۔ وہ سب جانتے تھے کہ منیٰ کو شعر وغیرہ ٹائپ کی کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ تو باقاعدہ چڑتی تھی ان چیزوں سے۔

"جندب بھائی! چلیں جلدی سے کیک کاٹ لیں' بہت دیر ہو گئی ہے' ہم سب کا بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔" کسی مزید بات سے قبل ثمرہ نے جندب کو ٹیبل کی طرف کھینچ لیا تھا۔ ثمرہ' ثانیہ اور ہادیہ کے خوشگوار موڈ کو دیکھتے ہوئے منیٰ کو بھی ان کی خاطر خود پر قابو پانا پڑا اور جلد ہی وہ بھی اس ماحول کا حصہ بن گئی۔

"چلیں ہادیہ آپی' منیٰ آپی! بھائی کے بیڈ روم میں چلتے ہیں۔ وہاں زیادہ مزا آئے گا۔" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ثمرہ نے کہا تو ان سب نے مل کر اس کے بیڈ روم پر ہلا بول دیا۔ وہ اپنے بیڈ روم کی سیٹنگ اور صفائی ستھرائی کے معاملے میں بہت زیادہ کانشس رہتا تھا اور عام حالات میں ماں کے علاوہ بہنیں وہاں قدم رکھتے ہوئے ڈرتی تھیں۔ لہٰذا آج کے دن کو گولڈن چانس سمجھتے ہوئے اس کے تمام تر احتجاج کے باوجود وہ لوگ وہاں جا گھسے۔

"انکل' آنٹی کب واپس آئیں گے لاہور سے؟" چائے کا سپ لیتی ہادیہ نے ثانیہ سے پوچھا۔

"ابھی ایک آدھ دن اور لگے گا۔ آج تو بارات تھی' کل ولیمہ ہے۔ اسے اٹینڈ کرنے کے بعد ہی آسکیں گے۔ اصل میں ڈیڈی کے نہایت عزیز دوست ہیں انکل صمد' اسی لیے ان لوگوں کو جانا پڑا۔ صبح فون آیا تھا۔ ممی تو کافی اداس ہو رہی تھیں کہ بھائی کا برتھ ڈے ہے اور وہ اتنی دور بیٹھی ہیں۔ وہ تو بھائی نے ان سے بات کر کے کافی سمجھایا بجھایا تو انہیں تسلی ہوئی۔" ثانیہ نے جواب دیا۔ وہ لوگ چھوٹی توبیہ کے ساتھ اپنے عزیز دوست صمد کے بیٹے کی شادی میں شرکت کرنے لاہور گئے ہوئے تھے۔

"کیا بوریت پھیلا رکھی ہے تم لوگوں نے۔ جب اس کے بیڈ روم میں آ ہی گئے ہو تو یہاں کی چیزوں کو بھی استعمال کرو۔ چلو ثمرہ! ذرا تم اس کے P.C پر کوئی اچھی سے گانوں کی سی ڈی لگا دو۔" ہر دم متحرک رہنے والی ہادیہ کو بے چینی ہوئی۔

"لگا دوں بھائی!" ثمرہ نے جھجکتے ہوئے اس سے اجازت طلب کی۔

"اگر لگا سکو تو لگالو۔" وہ کندھے اچکا کر مسکرایا۔

"اوہ۔ انہوں نے تو پاس ورڈ لگا رکھا ہے اپنے پی سی پر' جب ہی اتنے مزے سے اجازت دے رہے تھے۔" اپنی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد ثمرہ نے ان سب کو مطلع کیا۔

"یہ چیٹنگ نہیں چلے گی جندب! پاس ورڈ بتاؤ اپنا۔" ہادیہ نے اسے گھورا۔

"پاس ورڈ اس لیے تھوڑی ہوتا ہے کہ سارے زمانے کو بتایا جائے۔ کمپیوٹر رکھا ہے تم لوگوں کے سامنے۔ کھولنے میں کامیاب ہو سکو تو کھول لو۔" بڑی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے چیلنج کیا تو

وہ سب کی سب اس کے کمپیوٹر پر جت گئیں۔ اس کے نام "ڈنھو آف برتھ" اسٹار کے ساتھ ساتھ ہر وہ چیز جو اس سے وابستہ تھی اور ان لوگوں کے دھیان میں آسکتی تھی وہ لوگ بطور پاس ورڈ اپلائی کرکے دیکھتی رہیں۔ لیکن کامیاب نہ ہوسکیں۔ یہاں تک کہ کافی دیر سے خاموش بیٹھی منیٰ بھی ان لوگوں کی اس مہم میں شریک ہوگئی۔

"میرا خیال ہے اس پر ٹائم ضائع کرنا بیکار ہے ہادیہ آپی! ہم لوگ سی ڈی پلیئر پر کوئی سی ڈی لگا لیتے ہیں۔" اپنی تمام تر کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد ثمو نے کہا تو اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے ہادیہ نے بھی ہار مان لی۔ اب وہ لوگ کارپیٹ پر بیٹھے اسکریبل کھیل رہے تھے۔ جندب بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا تھا' البتہ منیٰ بڑی دلجمعی سے کمپیوٹر کے ساتھ جتی ہوئی تھی۔ بظاہر سب کے ساتھ مصروف جندب اس پر سارا دھیان رکھے ہوئے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا پاس ورڈ معلوم کرنا منیٰ کے لیے چیلنج بن چکا ہے اور وہ اب اس میں کامیاب ہوئے بغیر پیچھے نہیں ہٹے گی۔

"ایم آئی این اے۔" اپنے نام کے حروف ٹائپ کرکے اس نے انٹر کو پریس کیا تھا لیکن کامیاب نہ ہوسکی پھر یکدم ہی ایک خیال اس کے ذہن سے ٹکرایا اور اس نے اپنے نام کے ساتھ جندب کا نام بھی ٹائپ کرکے ایک آخری کوشش کے طور پر انٹر پریس کیا تھا۔ اس بار وہ ناکام نہیں رہی تھی۔

جندب جو گاہے بگاہے اس کی مصروفیت پر نظر ڈال رہا تھا اس کے کامیاب ہونے پر کھل اٹھا۔

"منیٰ جیت گئی۔" وہ بے ساختہ ہی بولا۔

"منیٰ کھیل نہیں رہی تو جیتے گی کیسے۔" پوری طرح اسکریبل کی طرف متوجہ ہادیہ نے اسے ٹوکا۔

"میں اس گیم کی نہیں' اس کی بات کررہا ہوں۔" جندب نے اشارے سے کمپیوٹر کی طرف متوجہ کیا۔

"ہیں منیٰ! تمہیں پتا چل گیا اس کا پاس ورڈ۔ چلو ہمیں بھی بتاؤ۔ بہت ہیرو بن رہا تھا اتنی دیر سے۔" ہادیہ چیخی لیکن منیٰ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی پر جندب کے لبوں پر بڑی معنی خیز سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کبھی بھی کسی کو اس کا پاس ورڈ نہیں بتاسکے گی' وہ جانتا تھا۔

"بتاؤ نا منیٰ!" دوسری طرف ہادیہ کا اصرار جاری تھا۔

"مجھے نہیں پتا چلا' وہ تو میں ایسے ہی کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہی تھی۔ اتفاقاً" ہی کامیاب ہوگئی۔" اس نے بہانہ بنایا اور کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے سے اٹھ کر گلاس ونڈو کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اب اس کی نظریں لان کے پودوں پر جمی ہوئی تھیں۔ ہادیہ' ثمو اور ثانیہ کو لے کر کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیلنے میں مصروف ہوگئی تھی۔

"تمہیں میرا پاس ورڈ کیسے معلوم ہوا منیٰ!" اس کے پیچھے کھڑا وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"تمہارے دماغ میں آج کل جو خناس بھرا ہے' اس کی وجہ سے معلوم ہوا۔" وہ واقعی چڑ گئی تھی۔

"میرے دل میں جو پیار بھرا ہے' کاش تم اس کا ذکر کرتیں۔" وہ اب بھی اس کو جلانے سے باز نہیں آیا۔

"جہنم میں جاؤ تم اپنے دل کے ساتھ' میرا ہی دماغ خراب تھا جو بچپن کی دوستی کا لحاظ کرکے تمہاری برتھ ڈے میں چلی آئی۔" وہ غصے کی انتہا پر پہنچ کر وہاں سے واک آؤٹ کرگئی تھی۔

"ارے.... یہ منیٰ کیوں اس طرح اچانک چلی گئی۔ کہیں تم نے تو اسے کچھ نہیں کہا؟" ہادیہ نے چونک کر جندب سے پوچھا۔

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں اسے اور کچھ کہہ دیتا تو تمہارے خیال میں وہ اتنی خاموشی سے چلی جاتی۔ ابھی اس کمرے میں وکیل صاحبہ عدالت لگا کر بیٹھ جاتیں اور مجھ بندۂ ناچیز کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا دلوا کر جان چھوڑتی۔"

"تم بھی کسی بات کا سیدھا جواب مت دیا کرو۔" ہادیہ اس پر ناراض ہوئی۔

"وکیل صاحبہ پہلے ہی ہم پر اپنا خاصا قیمتی ٹائم خرچ چکی تھیں' لہٰذا انہوں نے مزید اپنی اس دولت کا ضائع ہونا پسند نہیں فرمایا اور یہاں سے چلی گئیں تاکہ باقی ماندہ وقت کو کارآمد بنا سکیں۔" جندب نے عادتاً لمبی بات کی۔

"پڑھتے تو سب ہیں لیکن منٰی تو جنونی ہو گئی ہے اپنی فیلڈ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے۔ مجھے ڈر لگتا ہے اس کے جنونی پن سے' اپنی اس دیوانگی کے ہاتھوں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اس لڑکی کو۔" ہادیہ تشویش سے بولی۔ "اللہ نہ کرے۔" پل بھر کو جندب کے دل کی دھڑکن منتشر ہوئی اور اس نے بڑی بے ساختگی سے کہا تھا۔

❁ ❁ ❁

"چھن۔۔۔ چھن۔۔۔ چھن۔۔۔" عقب سے آتی آوازوں پر اس نے بے ساختہ ہی مڑ کر دیکھا تھا اور اس کی آنکھوں میں حیرانی در آئی تھی۔ کاسنی چوڑی دار پاجامے پر ڈارک پرپل آرگنزا نیٹ کا بھاری کامدار حیدر آبادی کرتا اور بڑا سا کاسنی اور پرپل ٹائی اینڈ ڈائی کا آرگنزا نیٹ کا ہی دوپٹہ اوڑھے' پیروں میں پازیب چھنکاتی اس کی طرف بڑھتی لڑکی منٰی ہاشمی ہی ہے۔ اس بات کا یقین کرنے کے لیے اس نے اپنی آنکھوں کو پوری طرح پھاڑ کر منٰی کے وجود پر جمایا تھا۔

"جندب! ذرا یہ اس کڑے کا لاک تو لگا دو۔ کم بخت لگ کر ہی نہیں دے رہا۔" وہ جھنجلائی سی اس کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔

"کزن! یہ تم ہی ہو یا میری آئی سائیڈ ویک ہو گئی ہے جو میں اتنا عجیب و غریب نظارا دیکھ رہا ہوں۔" کڑے کا لاک لگاتے اس نے چھیڑا۔ واضح اشارہ اس کے حلیے کی طرف تھا۔

"تمہاری والدہ محترمہ کا کارنامہ ہے یہ۔ میرے پاس تو تمہیں پتہ ہے فرصت ہی نہیں ہوتی۔ ان سے کہہ دیا تھا کہ میری شاپنگ بھی آپ کر دیجیے گا۔ اب تیار ہونے بیٹھی تو آتنے زرق برق کپڑے اور عجیب و غریب جیولری نکال کر سامنے رکھ دی۔ اگر عمار بھائی کی شادی کا مسئلہ نہیں ہوتا تو صاف انکار کر دیتی پہننے سے لیکن اب تو ذرا بھی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ تھوڑا سا بھی احتجاج کیا تو ان کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔ ان کی خوشی کے لیے بکروں جیسا حال بنا لیا ہے میں نے۔ چلتی ہوں تو قربانی کے جانور کی طرح چھن چھن کی آوازیں آتی ہیں۔" منہ بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"آج پہلی بار مجھے احساس ہو رہا ہے کہ بکرے بھی خاصے ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔ کم از کم تمہارے معمول کے حلیے کے مقابلے میں بکروں والا حلیہ خاصا معقول ہے۔"

وہ اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اپنی اس کزن کی عادت سے وہ بچپن سے واقف تھا۔ عام لڑکیوں کی طرح سجنا' سنورنا' فیشن کرنا اسے آتا ہی نہیں تھا۔ دو بھائیوں کے ساتھ پل کر بڑی ہوئی تھی تو عادتیں اور مزاج بھی لڑکوں والا اختیار کر لیا تھا۔ خدیجہ پھپھو لاکھ چاہتیں کہ اکلوتی بیٹی کو لڑکیوں والے قالب میں ڈھال سکیں لیکن وہ ان کے ہاتھ ہی نہیں آپائی تھی۔ خصوصاً "لاء" میں ایڈمیشن کے بعد سے تو وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ سارا سارا دن مصروف اور اپنے آپ سے غافل رہ کر پڑھائی کے پیچھے خوار ہونا اس نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی مصروف زندگی ہی کا کمال تھا کہ اسے گھر میں ہونے والی پہلی پہلی شادی کی تیاری کرنے کی بھی فرصت نہ تھی اور اس نے اپنی شاپنگ کی ذمہ داری بھی امی کے کاندھوں پر ڈال دی تھی۔ نتیجتاً مزاج سے کافی ہٹ کر ڈریس اپ ہونا پڑ رہا تھا۔

"تم اتنی جلدی تیار ہو گئیں' باقی لڑکیاں اور خواتین کہاں ہیں' مجھے پھپھا نے لیڈیز کی تیاری کے بارے میں ہی معلوم کرنے کے لیے اندر بھیجا ہے۔ تم لوگوں کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ بارات کی روانگی کے لئے مقرر کیے ہوئے ٹائم سے آدھا گھنٹہ اوپر ہو چکا ہے۔ اب اگر

Aneela
PakistaniPoint

مزید ہوئی تو پھپھا جان کا پارہ ہائی ہو جائے گا۔ اپنے اندر آنے کا مقصد یاد آیا تو وہ اس سے استفسار کرنے لگا۔

"لگی ہوئی ہیں سب اپنے چہروں کی لیپا پوتی میں۔ ابھی جا کر بابا کا پیغام پہنچاتی ہوں۔" وہ چھن چھن کرتی وہاں سے جانے کے لیے مڑ گئی۔

اور بس وہ لمحہ شاید اپنے اندر کوئی انوکھا پن رکھتا تھا کہ بچپن سے ساتھ زندگی گزارتے جندب شاہ کا دل پائل کی چھن چھن کے ساتھ منیٰ ہاشمی کے قدموں سے جا لپٹا تھا۔ محبت بنا دستک دیے بہت خاموشی سے اس کی زندگی میں چلی آئی تھی اور اس نے بھی بڑی خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے اس کے لیے اپنے دل کے دروازے وا کر دیے تھے لیکن دوسری طرف جس لڑکی سے واسطہ پڑا تھا، وہ ایسے نازک احساسات و جذبات کی قدر کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔ چنانچہ اس کو رام کرنے کی خاطر خوار ہونا جندب شاہ کی زندگی کا ایک اہم ترین مشن بن گیا تھا۔

❊ ❊ ❊

بظاہر کتنا سیدھا سادا معاملہ نظر آتا تھا۔ ایک اچھے خاصے خوبرو، ویل مینرڈ، مالی لحاظ سے مستحکم اور خاندان کے لڑکے کا اپنی کزن سے محبت کرنا اور اسے اپنا لینا جندب شاہ کی زندگی میں بھی یہ معاملہ سیدھا سادا ہو سکتا تھا اگر جو اس نے منیٰ ہاشمی کے سوا خاندان کی کسی اور لڑکی کا انتخاب کیا ہوتا۔ ایسی صورت میں اسے صرف ایک بار اپنے بزرگوں کو پروپوزل دے کر لڑکی والوں کی طرف بھیجنا ہوتا اور سارا مسئلہ حل ہو جاتا لیکن منیٰ کے معاملے میں وہ یہ طریقہ کار استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ خدیجہ پھپھو، پھپھا، عمار بھائی، علینہ بھابھی اور اظفر سب ہی دل و جان سے اس رشتے کے لیے راضی ہو جائیں گے۔

لیکن ساری بات تو اس لڑکی کی تھی جو نہایت منفرد و مختلف خیالات کی مالک تھی جس کے ساتھ زندگی نے


ماہنامہ
حنا
بہنوں کا اپنا ماہنامہ
جون کا شمارہ شائع ہو گیا ہے
لاہور

جون 2004 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ اداکارہ عذرا صدیق سے گفتگو
☆ اس ماہ کی شخصیت میں: ہاکی کے کھلاڑی محمد عثمان کی باتیں
☆ مناہل بٹ کا مکمل ناول: محبت زندگی کی صورت
☆ میرا عشق وی تو: افشاں فاروقی کا مکمل ناول
☆ زرنین آرزو کا ناولٹ: ستاروں کی ہمسفر آنکھیں
☆ سباس گل کا ناولٹ: یہ علم کا سودا
☆ سعدیہ وحید عالم، شمع جبیں، صاعقہ ملک، راحیلہ سمیع اور زریں صدیقی کے افسانے

اس کے علاوہ
پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں، انشاء نامہ
اور انٹرویوز کے علاوہ

ساحلوں کی اُداسی زرنین آرزو کا سلسلے وار ناول
سیما بنت عاصم کا ناول عشق میں روگ ہزار سائیں
اور حنا کے سبھی مستقل سلسلے شائل ہیں

حنا کا شمارہ آج ہی طلب فرمائیں۔

لڑتی ہمیشہ بہت نرم رویہ رکھا تھا اور پھر بھی وہ اس سے لڑتی پھرتی تھی۔ جسے خوشیوں اور آسانیوں کے سوا کچھ عطا نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ غموں اور دکھوں کو ڈھونڈتی پھرتی تھی اس کے پاس جلنے کڑھنے اور دنیا سے لڑنے کے لیے بہت سے موضوعات اور وجوہات تھیں۔ اوروں کی طرح وہ اخباروں میں کسی لڑکی کے اپنے آشنا کی خاطر ماں باپ کو ہلاک کردینے کی خبر پڑھ کر اسے برا بھلا کہنے نہیں بیٹھتی تھی بلکہ اس واقعے کے پیچھے پوشیدہ سازش کی بو سونگھتی پھرتی تھی۔ اسے فلم انڈسٹری میں چند گنی چنی اور عمر رسیدہ ہیروئنز کی موجودگی اور نئے "ٹیلنٹ" کو پیش کیے جانے کی تجاویز پر غور کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن وہ صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں خواتین کی نشستیں بڑھائے جانے کے موقف کی پرزور حمایت کرتی تھی۔

اسے سامنے والے فاروقی صاحب کی بیٹی کے ہر دوسرے روز چلنے والے افیئر پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن وہ فاروقی صاحب کے بجلی چوری کرنے کا بڑی شدت سے نوٹس لیتی تھی۔ بلکہ ایک بار اس نے فون کرکے ای ایس سی کے دفتر میں ان کی شکایت بھی کردی تھی اور اس کے نتیجے میں ان کے گھر چھاپا بھی پڑا تھا لیکن آگے کے معاملات اس کے حسب منشاء طے نہیں ہوئے تھے اور فاروقی صاحب "ٹمک مکا" کرکے باآسانی بچ گئے تھے۔ اس روز اس نے گھر والوں کے سامنے "سسٹم" کی خرابی پر بڑی طویل اور زوردار تقریر کی تھی اور ساتھ ہی اس عزم کا اظہار بھی کہ وہ اپنے وکیل بن جانے کے بعد اس سسٹم سے بھرپور جنگ لڑے گی۔

جندب کو تو اکثر ایسا لگتا تھا کہ وہ اس دنیا میں آئی ہی ظلم، ناانصافی اور خرابی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہے اور ایسی "جنگجو" لڑکی کے سامنے محبت کی "جنگ" لڑنا نہایت پرخطر تھا لیکن وہ اس سے محبت کی حماقت تو کرہی چکا تھا اب ایک اور "خطرہ" مول لینے میں کیا مضائقہ تھا۔

شروع شروع میں منی نے اس کی کسی بات کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا تھا بلکہ شاید اس نے غور بھی نہیں کیا تھا لیکن جب بہت کچھ معمول سے ہٹ کر ہونے لگا تو وہ چونک سی گئی اور پھر معاملے کی تہہ تک پہنچ جانے پر اس نے ان باتوں پر چڑنا شروع کردیا۔ وہ اول تو زندگی کے اس موڑ کے متعلق کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی اور اگر سوچتی بھی تو اس کو یقین تھا کہ زندگی میں کبھی بھی اس کا انتخاب "جندب شاہ" نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ اسے ایک دوست اور کزن کی حیثیت سے تو اہمیت دے سکتی تھی لیکن جیون ساتھی کے لیے اس کی سوچ بالکل مختلف تھی۔ وہ اپنے لائف پارٹنر کو بہت زیادہ لائق فائق اور اپنا ہم پیشہ دیکھنے کی متمنی تھی تاکہ وہ ان سب مقاصد کو پورا کرنے میں اس کا ساتھ دے سکے جنہیں بطور وکیل وہ اپنی زندگی کا حصہ بنانے والی تھی اور اسے دو جمع دو کرنے والے جندب شاہ جیسے بزنس مین سے ایسی کوئی امید نہیں تھی۔ لہٰذا اس کے گریز میں بہت شدت تھی۔ وہ اپنے ہر انداز، ہر رویے سے اس پر واضح کردینا چاہتی تھی کہ وہ غلط سمت میں اپنے قدم بڑھا رہا ہے اور اسے اپنی راہوں کو بدل لینا چاہیے لیکن شاید وہ بھی "گریز" کی اس زبان کو سمجھنے پر راضی نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

"جندب بیٹا! یہ جو کارنر والے حیدر صاحب ہیں، میں نے سنا ہے کہ وہ اپنا گھر فروخت کرنے والے ہیں۔ ان کے بیٹے علی سے تمہاری دعا سلام ہے، ذرا آج شام اس سے مل کر اس بارے میں معلوم کرلینا۔" ناشتے کے دوران اخبار پڑھتے منیب شاہ اچانک ہی کچھ یاد آنے پر اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

"خیریت ڈیڈی! آپ کو اس گھر کے فروخت ہونے سے کیا دلچسپی پیدا ہوگئی اچانک۔"

صمد کراچی ٹرانسفر کیا جارہا ہے۔ یوں تو اسے محکمے کی طرف سے بھی گھر مل سکتا ہے لیکن وہ یہاں ہم لوگوں کے نزدیک رہنے کا خواہشمند ہے۔ لاہور میں اس کے زیادہ تر رشتہ دار گھر کے نزدیک ہی رہتے ہیں، اس لیے

یہاں آکر اسے تنہا ہوجانے کا ڈر ستا رہا ہے۔ تم ملے ہوئے تو ہو ناصمد سے' جانتے ہی ہو کتنا محفل پسند اور زندہ دل قسم کا آدمی ہے' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کی آمد سے پہلے پہلے یہاں اگر اس کی رہائش کا بندوبست ہوجائے اور اگر حیدر صاحب اپنا گھر فروخت کرنے پر راضی ہوگئے تو یہ ہم دونوں دوستوں کے لیے نہایت خوشی کا باعث ہوگا۔" ڈیڈی نے چائے کا گھونٹ بھرتے اسے تفصیلات سے آگاہ کیا۔

"اس لین میں پہلے ہی تین گھر ہم لوگوں کے ہیں۔ اگر صمد انکل نے بھی یہیں گھر خرید لیا تو لوگ سمجھیں گے کہ ہم اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ مل کر اس محلے پر اپنا قبضہ جمانا چاہ رہے ہیں۔" ثانیہ جو ان لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھی ناشتہ کررہی تھی' بالکل اچانک بولی تو جندب اور منیب صاحب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

❄ ❄ ❄

صمد صاحب اپنی بیگم اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ جلد ہی کراچی شفٹ ہوگئے تھے۔ صرف ان کا بیٹا اسود لاہور میں سروس کی وجہ سے اپنی بیوی کے ساتھ رک گیا تھا۔ صمد صاحب حسب خواہش ان لوگوں کے نزدیک گھر لینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ان کے کراچی آنے سے نہ صرف منیب شاہ بلکہ ہاشمی صاحب بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ پولیس ڈپارٹمنٹ میں طویل عرصے کی ملازمت اور ان کی فطری بے ساختگی نے ان کی شخصیت کو بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا تھا اور عموماً لوگ ان سے مل کر خوشی محسوس کرتے تھے۔

اس پسندیدگی کو دوستی کا درجہ دیتے ہوئے انہوں نے صمد صاحب کو اپنے گھر باقاعدہ ڈنر پر انوائٹ کیا۔ صمد صاحب نے ان کی اس دعوت کو نہایت خوش دلی سے قبول کیا تھا۔ خوشگوار ماحول میں پرتکلف ڈنر سے انصاف کرنے کے بعد بزرگ تو اپنی پسند کے موضوعات پر بحث و مباحثہ میں مصروف ہوگئے تھے جبکہ ینگ پارٹی نے ان سے ہٹ کر لیونگ روم میں اپنی محفل سجالی تھی۔ آج منیٰ بھی خلاف معمول ان لوگوں کے ساتھ شامل تھی کیونکہ آج کا ڈنر بطور خاص بابا کی طرف سے دیا گیا تھا اور وہ چیز جو بابا کے لیے خاص ہو' اس کے لیے خود بخود ہی اہم ہوجاتی تھی۔

"لائیے منیٰ آپی! میں آپ کا ہاتھ دیکھوں۔" بڑی دیر سے سب کی قسمت کا حال ہاتھوں کی لکیروں کے ذریعے بتاتی عنبرین نے اچانک ہی اسے مخاطب کیا۔ وہ صمد صاحب کی چھوٹی بیٹی تھی جس نے حال ہی میں ایف ایس سی کیا تھا اور اب میڈیکل میں ایڈمیشن کے لیے ٹیسٹ کی تیاری کررہی تھی۔ ہر دم ہنسنے' مسکرانے اور شور شرابا کرنے والی عنبرین کے مقابلے میں اس سے بڑی مہرین کافی دھیما مزاج رکھتی تھی۔ اس نے لاہور سے گریجویشن کرنے کے بعد کراچی یونیورسٹی میں ایم اے میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ اس وقت بھی وہ لبوں پر دھیمی سی مسکان سجائے اپنی چھوٹی بہن کو سب کے ساتھ نہایت بے تکلفی سے بات چیت کرتے دیکھ رہی تھی۔

"لائیں نا منیٰ آپی! دکھائیں اپنا ہاتھ۔ اگر آج آپ نے میری پیشکش کا فائدہ نہ اٹھایا تو مستقبل میں بہت پچھتائیں گی کہ اتنی بڑی پامسٹ مفت میں آپ کو اپنی خدمات پیش کررہی ہے اور آپ نے موقع گنوادیا۔"

"ویسے تو مجھے ان سب باتوں پر بالکل یقین نہیں ہے لیکن تم اتنا اصرار کررہی ہو تو......" منیٰ نے اس کے اصرار پر اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔

"یہ سب ایک مذاق ہے منیٰ! ہم سب بھی ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتے لیکن بے ضرر سی انجوائے منٹ کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" ہادیہ نے اسے گھرکا' جبکہ عنبرین اس کا ہاتھ پکڑے پورے انہماک سے اس کی ہتھیلی پر پھیلے لکیروں کے جال کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آپ کے دماغ کی لکیر ظاہر کرتی ہے کہ آپ بہت ذہین اور اسٹرانگ ہیں۔ آپ اپنے فیصلوں پر پوری سختی سے عمل درآمد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔"

"یہ سب تو ہم لوگوں کو اس کا ہاتھ دیکھے بغیر بھی پتا

ہے۔ تم ایسا کرو' اس کے دل کی لکیر کا معائنہ کرو تاکہ ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ وہاں کیا چھپا ہے۔" جندب نے کہا۔

"دل کی لکیر۔ ہاں' ان کے دل کی لکیر بھی بہت واضح اور گہری ہے۔ اس کے ایک مخصوص ڈائریکشن میں جانے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ انہیں زندگی میں کسی مقام پر کسی سے نہایت شدید محبت ہو جائے گی اور ہاں۔۔۔ ان کے ہاتھ میں لو میرج کی بھی لکیر ہے۔ ان کی شادی جب بھی' جس کسی سے بھی ہوئی مجھے ہنڈرڈ پرسنٹ یقین ہے کہ یہ شخص وہی ہو گا جس سے انہیں شدید محبت ہوگی۔" عنبرین بہت زیادہ ایکسائیٹڈ ہو چکی تھی۔

"بس کرو بہنا! بس کرو۔ تمہارے اتنے انوکھے انوکھے انکشافات ہمارا تمہاری پامسٹری پر سے رہا سہا یقین بھی ختم کر ڈالیں گے۔ یہ جن سارے واقعات کے ہونے کا تم ذکر کر رہی ہو' ان کا منی ہاشمی کے اس جنم میں وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نہیں اور دوسرا جنم ملنے پر ہم یقین نہیں رکھتے' اس لیے تم اپنے "دوعلم" کی اگر تھوڑی بہت عزت باقی رکھنا چاہتی ہو تو براہ کرم کوئی دوسرا "ٹارگٹ" چن لو۔" جندب بے اختیار اسے ٹوک گیا۔

"جندب ٹھیک کہہ رہا ہے عنبرین! میری زندگی میں واقعی ان سب خرافات کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سارے کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس فارغ وقت ہو جبکہ مجھے اپنی زندگی میں بہت سے اہم کام انجام دینے ہیں۔" اپنا ہاتھ عنبرین کے ہاتھ سے کھینچ کر وہ نہایت پرسکون انداز میں بولی۔

"اور ان کے ضروری کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام دنیا کے تمام مردوں کو جھوٹا اور دغاباز ثابت کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچانا ہے۔" وہ اب بھی مضحکہ اڑانے سے باز نہ آیا تھا۔

"مجھے مردوں کو دغاباز اور جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جن کے خلاف میں ایکشن لینے کی بات کرتی ہوں' وہ واقعی کرپٹ لوگ ہوتے ہیں۔"

"اور عورتیں۔۔۔ عورتیں کرپٹ نہیں ہوتیں۔ کبھی تعصب کی عینک اتار کر اخبارات پڑھا کرو تو تمہیں بھی معلوم ہو کہ روزانہ کتنی عورتیں اغوا اور منشیات کے کیس میں شاملِ جرم ہوتی ہیں اور انتہا تو یہ ہے کہ تمہاری یہ مظلوم عورتیں اپنے سو کالڈ لورز کی خاطر اپنے گھر والوں کو قتل تک کر گزرتی ہیں۔" وہ نہایت تلخی سے بولا۔

"جو اخبارات میں خبریں پڑھ کر ان عورتوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں' ان کی رائے تمہاری طرح بے رحم ہو سکتی ہے جندب شاہ! لیکن میں ان عورتوں کے سامنے بیٹھ کر ان کا حال سنتی ہوں۔ گھر سے بھاگ جانے کا الزام تو لگا دیتے ہو تم لوگ عورت پر لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔ جب حقوق کو پامال کرو گے تو احتجاج کے لیے آوازیں تو لازمی بلند ہوں گی۔ پھر تم یہ دیکھو کہ عورت کو اس چور راستے پر لانے والا کون ہوتا ہے۔ تنہا عورت تو کبھی اتنی بہادر نہیں ہوتی۔ باہر آسرا دینے والے اور خواب دکھانے والے لوگ ہوتے ہیں۔

جب اپنی جائز بات کے بدلے میں دوسرے کی ناجائز بات کو خاموشی سے برداشت کرنے کا حکم ملے تو بغاوت کا پودا تو دل میں جڑ پکڑ ہی لیتا ہے اور امتیازی رویے مسلسل اس پودے کی آبیاری کر کے اسے تناور درخت میں تبدیل کر ڈالتے ہیں۔ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جندب! جن کا شکوہ ہماری عورت اپنے دل میں لیے بیٹھی ہوتی ہے۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی ناانصافیوں کو ختم کر دیا جائے تو عورت کبھی اتنے بڑے بڑے جرائم کی راہ پر قدم نہ رکھے۔" اس کی آواز میں ایک محسوس کیا جانے والا دکھ تھا۔

"اگر اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر عورت اپنے دل میں شکوؤں کا انبار جمع کر لیتی ہے تو پھر تم لوگ اس بات کا ڈھنڈورا کیوں پیٹتے ہو کہ عورت سراپا قربانی ہے جو اپنی ذات کو مٹا کر دوسروں کی خوشیوں کا خیال رکھتی ہے۔"

"قربانی دینے اور قربانی لینے میں زمین آسمان کا فرق

ہوتا ہے۔ اپنی خوشی اور رضا سے دینے کی بات ہو تو مجھے یقین ہے کہ عورت اپنے حلق کا نوالہ بھی نکال کر دے سکتی ہے لیکن جب زبردستی قربانی لی جا رہی ہو تو اپنی اور اپنے بھائی کی پلیٹ میں موجود ایک بوٹی کا فرق بھی بہت واضح دکھائی دیتا ہے۔"

"خدا کے لیے بس کرو تم لوگ، ایک چھوٹی سی بات کو پکڑ کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اس منیٰ کی بچی کو تو موقع چاہیے "حقوقِ نسواں" پر تقریریں کرنے کا۔ بندہ سن سن کر بور ہو جائے لیکن یہ بول بول کر نہ تو تھکتی ہے اور نہ ہی بور ہوتی ہے۔" اظفر نے ان کی بحث میں مداخلت کی۔

"میرے نزدیک ان عورتوں کے مسائل کوئی کہانی یا قصہ نہیں ہیں جن سے میں بور ہو جاؤں۔ یہ زندگی کے تلخ مسائل ہیں جنہیں حل کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں اور آپ سب کو بھی ایک پڑھا لکھا اور باشعور شہری ہونے کے ناتے اس مقصد میں میرا ساتھ دینا چاہیے۔" وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

"منیٰ! پلیز یار... چینج دس ٹاپک۔" ہادیہ نے بڑی لجاجت سے کہتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تو وہ کندھے اچکا کر چپ ہو گئی۔

❋ ❋ ❋

ایک تمنا جیون کی ہو
ایک تمنا جیون کی میں پیار تیرا ہی پاؤں
شادی تجھ ہی سے ہو میری، چاہے شادی کے دن مر جاؤں
شادی تجھ ہی سے ہو میری......

"اخاہ... دنیا کی مصروف ترین ہستی منیٰ ہاشمی صاحبہ بھی یہاں جلوہ افروز ہیں پھر تو یقیناً معاملہ نہایت اہم نوعیت کا ہو گا جس کے لیے مجھ ناچیز کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے بڑے لوگوں کو زحمت دی گئی ہے۔" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہادیہ کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھی منیٰ کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے یوں ظاہر کیا جیسے ابھی ابھی ہی نظر اس پر پڑی ہو۔ البتہ گانے کے بول اور آنکھوں میں چمکتی شرارت اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ اس کی یہاں موجودگی سے اچھی طرح واقف ہے۔ منیٰ بھی اس کی مصنوعی حیرت اور ذو معنی گیت کو اچھی طرح سمجھنے کے باوجود انجان بنی بیٹھی رہی جبکہ ہادیہ جو اپنے ہی مسئلے میں الجھی ہوئی تھی، فوراً بولی۔

"معاملہ تو واقعی بہت اہم ہے جناب! تین دن بعد ممی بابا کی شادی کی سلور جوبلی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس موقع پر انہیں سرپرائز دوں لیکن کوئی آئیڈیا ہی نہیں آ رہا۔ منیٰ کا خیال ہے کہ کسی ہوٹل میں ٹیبل ریزرو کروا کر اچانک انہیں وہاں لے جاؤں تو وہ حیران رہ جائیں گے میرے اس طرح کرنے سے۔ اب تم بتاؤ کہ یہ آئیڈیا کیسا رہے گا۔"

"بالکل بنڈل۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مشورہ کرو گی تو ایسے ہی چھوٹے چھوٹے آئیڈیے تمہارے سامنے آئیں گے۔ ایسے اہم معاملات پر رائے لینے کے لیے کسی بڑے سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

"اور وہ بڑے تم ہو۔" منیٰ نے دانت کچکچائے۔

"آف کورس۔ اس وقت موجود تینوں افراد میں، میں ہی بڑا ہوں۔"

"اگر تمہاری یادداشت ٹھیک طرح سے کام کر رہی ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تم سے پورے ایک دن بڑی ہوں۔"

"اور میں تم سے پورے ایک فٹ بڑا ہوں۔" وہ فیملی کے تمام مردوں میں سب سے زیادہ لمبا تھا اور منیٰ جیسی دھان پان لڑکی تو واقعی اس کے سامنے بالکل گڑیا سی لگا کرتی تھی۔

"لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ لمبے لوگوں کی عقل ٹخنوں میں ہوتی ہے۔ آج تم نے اپنے احمقانہ خیال کے ذریعے اس کی تصدیق بھی کر دی۔" منیٰ اس کی بات پر جل بھن کر بولی۔

"فار گاڈ سیک۔ چپ ہو جاؤ، یہ تم دونوں اس قدر لڑنے کیوں لگے ہو آج کل۔ جب دیکھو ایک دوسرے

Aneela PakistaniPoint

کی بات کاٹنے کے چکر میں پڑے رہتے ہو۔" ہادیہ نے ہاتھ اٹھا کر ان دونوں کو باز رکھنے کی کوشش کی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ اسی پر آج کل احمقانہ اور جاہلانہ گفتگو کرنے کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ میں تو خود سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کو کس طرح ...دھاروں۔" منیٰ نے اپنی صفائی پیش کی۔

...جھ کو تسلیم تری ساری ذہانت لیکن ...جھ سے جاہل کو تو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

اس نے نہایت دھیمے سروں میں شعر پڑھا تھا۔

...وابا" منیٰ اسے گھورنے لگی۔

"...اب کیوں گھور کر دیکھ رہی ہو۔ اب تو میں ...بڑھے لکھوں" کی زبان میں بات کر رہا ہوں۔" وہ اس ...کے گھورنے کو خاطر میں نہ لا کر شرارت سے بولا تھا۔

"جندب! پلیز وقت کم ہے، جلدی سے کوئی حل ...کالو میرے مسئلے کا ورنہ پھر مجھے منیٰ کی بات پر ہی عمل ...کرنا پڑے گا۔" ان دونوں کو مزید لڑنے کا موقع دیے ...بغیر ہادیہ نے اپنے مسئلے کی طرف توجہ دلوائی۔

"منیٰ کا مشورہ تو خیر نہایت ہی فضول ہے اور میں ...ایک دوست ہونے کے ناتے تمہیں کبھی بھی اس پر ...عمل نہیں کرنے دوں گا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ...بندہ اتنی اہم اور گھریلو سی تقریب ہوٹل کے سرد ماحول ...میں جا کر سیلیبریٹ کرلے، تمہیں تو چاہیے کہ اس ...موقع پر گھر پر ہی کوئی زبردست سی پارٹی ارینج کرو جس ...میں تمام قریبی لوگوں کو بھی شامل کیا جائے۔" آخر کار ...وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"لیکن اس نے سرپرائز دینے کی بات کی ہے جب ...یہ گھر پر سارا ارینجمنٹ کرے گی تو ماموں ممانی سے یہ ...سب کیسے چھپا رہے گا۔" منیٰ نے تنقید کی۔

"اس کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ چچا جی کو میں ڈیڈی ...کے ساتھ آفس میں بزی کر دوں گا۔ جب کہ چچی کو امی ...کے ساتھ شاپنگ کے لیے بھیج دیں گے۔ تمہیں پتا ہی ...ہے کہ جب یہ دونوں خواتین شاپنگ کے ارادے سے ...نکلیں تو کتنی مشکل سے واپس گھر آتی ہیں۔" اس نے ...چٹکی بجاتے حل پیش کیا۔

"لیکن جندب! مجھ سے اکیلے اتنا سب کچھ کیسے ہو گا وہ بھی صرف چند گھنٹوں میں۔" ہادیہ کی پریشانی اپنی جگہ تھی۔

"تو تم سے اکیلے "اتنا سب کچھ" کرنے کو کہہ کون رہا ہے۔ میں مر گیا ہوں کیا جو تمہاری ہیلپ نہ کرسکوں اور یہ جو تمہاری دوست ہے قائد اعظم کی جانشین، یہ آخر کس مرض کی دوا ہے۔ اگر اتنے اہم مواقعوں پر بھی یہ تمہارا ساتھ نہ دے تو لعنت بھیجو اس کی دوستی پر۔" چپکے چپکے گھڑی کی طرف دیکھتی منیٰ کی چوری پکڑتے وہ خفگی سے بولا تو وہ اپنی جگہ جھینپ سی گئی۔

دوسری طرف منیٰ کی حرکت سے بے خبر ہادیہ نے دوستوں کی طرف سے تعاون کی یقین دہانی پر اطمینان کا سانس لیا۔

❁ ❁ ❁

"تم بہت فضول ہو منیٰ! ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور وقت آنے پر غائب ہو گئیں۔ اب بھی بھلا کیا ضرورت تھی آنے کی۔ سب کچھ تو یہاں ہو ہی چکا ہے۔" چھوٹے ماموں کے جگمگاتے لان میں داخل ہوتے ہی اس کا سامنا ہادیہ سے ہو گیا تھا، جو اس کے لیٹ آنے پر اسے آڑے ہاتھوں لے رہی تھی۔

"سوری یار! آئی ایم ویری ویری سوری۔ صبح گھر سے نکلتے وقت مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ آج تمہاری طرف آنا ہے اور میں نے سوچا بھی یہی تھا کہ دوپہر ڈھائی تین بجے تک پہنچ جاؤں گی لیکن پھر ہمدانی انکل نے اپنے آفس کال کرلیا اور وہاں اتنے اہم مسائل پر ڈسکشن ہو رہی تھی کہ مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ شام چھ بجے جندب نے مجھے موبائل پر کال کر کے یاد دلایا بھی لیکن اس وقت تک میں ہمدانی انکل کے ساتھ ایک کلائنٹ سے ملنے جانے کے لیے نکل چکی تھی اور ان کے مزاج کے بارے میں تو تم جانتی ہو۔ اگر راستے میں سے واپس آنے کی بات کرتی تو وہ بابا سے دوستی کا لحاظ کیے بغیر اگلے ہی دن مجھے اپنے آفس سے چلتا کرتے لیکن پھر بھی میں تم سے شرمندہ ہوں۔ دیکھو ابھی

ابھی گھر پہنچی ہوں اور فوراً" تمہاری طرف دوڑ لگائی ہے۔ اگر تم خفا رہیں تو پھر اس بھاگ دوڑ کا کوئی فائدہ نہ رہے گا۔" اسے اپنی غلطی کا پورا احساس تھا سو اب لمبی چوڑی وضاحت دے کر ہادیہ کو منانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

"تم سے خفا ہو کر بندہ کرے بھی تو کیا کرے۔ تم نے کون سا سدھر جانا ہے۔" بالآخر ہادیہ نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

"تھینکس ہادیہ! اچھا یہ بتاؤ تمہیں زیادہ پریشانی تو نہیں ہوئی۔ ویسے ارینجمنٹ تو سارا بہت زبردست ہوا ہے۔" ہادیہ کے ساتھ ساتھ چلتی اب وہ لان کا جائزہ لے رہی تھی جس کی صورت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

"پریشانی تو خیر کوئی خاص نہیں ہوئی، جندب نے سارا انتظام سنبھال لیا تھا۔ ہر کام اس نے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ پھر علینہ بھابھی، ثانیہ اور مہرین وغیرہ بھی آ گئے تھے اس لیے اور بھی آسانی ہو گئی۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے ہادیہ! سارا دن تمہاری خاطر خوار ہم لوگ ہوئے ہیں اور ناز برداریاں تم اپنی اس بے وفا دوست کی کر رہی ہو۔ اصولاً" تو اس کی آج کی حرکت کے بعد تمہیں اس سے کلام بھی نہیں کرنا چاہیے تھا اور تم اسے بھرپور طعام کروا رہی ہو۔" جندب جو اچانک ہی سامنے چلا آیا تھا ہادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے افسوس سے بولا۔

"مسٹر جندب! آپ چاہے کتنی بھی کوشش کر لیں۔ میری دوست کو میرے خلاف ہرگز بھی نہیں بھڑکا سکتے۔ لہٰذا آپ مجھ سے دشمنی نبھانے کی کوششیں ترک کر دیں۔"

"تم دوستی کی ہامی تو بھرو، ہم دشمنی تو کیا تمہاری خاطر دنیا ترک کر دیں گے۔ اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"تمہارے حق میں سب سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی فضول گوئی کی عادت ترک کر دو۔" غصے سے اسے جواب دیتی وہ ہادیہ کی سمت چل دی۔ وہ جندب اور اس کی لڑائی کے دوران دوسرے مہمانوں کے درمیان جا چکی تھی۔

"وکیل صاحبہ! آپ چاہے ہر کیس جیت جائیں لیکن اپنی محبت کے مقدمے میں تو میں آپ کو ہرا کر ہی رہوں گا۔" اس کی پشت پر جھولتی چوٹی کی طرف دیکھتا وہ زیر لب بڑبڑایا۔

* * *

انسان منصوبے بہت سارے بناتا ہے، لیکن وقت ہمیشہ واقعات کو انسان کی سوچی گئی ترتیب کے مطابق ترتیب نہیں دیتا۔ ترتیبِ وقت میں بہت سے لمحے ان چاہے اور ان سوچے بھی ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لمحوں نے جندب شاہ کی زندگی کا گھیراؤ بھی کیا تھا۔ ہنستے مسکراتے پرسکون دن گزارتے جندب شاہ کے لیے پہلا شدید دھچکا ممی کو ہونے والا ہارٹ اٹیک تھا۔ کئی دن ہاسپٹل کی یخ فضاؤں میں امید و بیم کے درمیان جھولتے بالآخر جب وہ ممی کو زندہ سلامت گھر لانے میں کامیاب ہوئے تو ایک اور پریشانی نے اسے گھیر لیا۔ ممی ہارٹ اٹیک کے بعد اپنی زندگی کی طرف سے شدید مایوسی کا شکار ہو گئی تھیں۔ اور اب جلد از جلد اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھنے کے لیے بے چین تھیں۔ ثانیہ کے لیے تو انہوں نے فوراً" ہی اپنی بڑی بہن کو، جو کہ کافی عرصے سے اپنے بیٹے کے لیے اسے مانگ رہی تھیں، رضامندی کا سندیسہ بھیج ڈالا، جب کہ دوسری طرف وہ جندب کے سر ہو گئیں کہ تم بھی اب شادی کر لو۔ جندب جسے فی الحال اپنی کشتی پار لگتی دکھائی نہ دے رہی تھی ان کے اس مطالبے پر گھبرا اٹھا۔ کئی بار ٹال مٹول سے کام لینا چاہا، لیکن پھر بالآخر ایک دن جب وہ یہ کہہ کر رونے لگیں کہ۔

"بیٹا! تم کیا چاہتے ہو، تمہاری ماں اپنے اکلوتے بیٹے کا سہرا دیکھے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔" تو اس کا دل پسیج گیا۔ اور وہ صرف دو دن کی مہلت سوچنے کے لیے لے کر انہیں منانے میں کامیاب ہو سکا۔ یہ دو دن بھی دراصل اس نے کچھ

سوچنے کے لیے نہیں بلکہ منیٰ سے کسی بات کرنے کے لیے لیے تھے

❋ ❋ ❋

"مجھے نہیں لگتا تھا جندب! کہ مجھے کبھی واضح طور پر اس سلسلے میں تمہیں جواب دینا پڑے گا۔ میرا جواب تو میرے ہر انداز سے تم پر واضح ہے۔" منیٰ کے نہایت صاف گوئی سے جواب دینے پر اس کے چہرے پر تاریک سا سایہ لہرا کر رہ گیا۔

"کیا میں تم سے تمہارے اس ظالمانہ فیصلے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں منیٰ!"

"بس، میں نے کبھی تمہارے لیے اس طرح سے سوچا ہی نہیں۔" اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"تو اب سوچ لو، شاید تمہارا دل میرے لیے ہاں کہہ دے۔" اس کے لہجے میں بڑی آس تھی۔

"تمہیں پتا ہے جندب! میں کبھی بھی کوئی فیصلہ دل سے نہیں کرتی۔ میرا ہر عمل میرے ذہن کا تابع ہوتا ہے۔ شادی کے معاملے میں فی الحال تو میں نے کچھ سوچا ہی نہیں ہے۔ ابھی تو میں مکمل یکسوئی سے اپنی تعلیم اور کیریر پر توجہ دینا چاہتی ہوں، شادی کا ارادہ ہوا بھی تو کم از کم پانچ چھ سال بعد ہی ہوگا اور جیسے تمہارے حالات ہیں ہم اتنا لمبا عرصہ انتظار نہیں کر سکتے۔"

"آئی پرامس! مجھ سے شادی کر کے تمہاری فیوچر پلاننگز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں تمہیں قطعی ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ بلکہ اب بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں تو خود اس انتظار میں تھا کہ تم اپنی ساری خواہشات پوری کر لو تو تم سے اپنی خواہش کا اظہار کروں۔ لیکن اب مسئلہ ممی کا ہے، میں صرف ان کی خاطر، ان کی خوشی کے لیے تم سے کہہ رہا ہوں۔ انہیں نہ جانے کیوں وہم سا ہو گیا ہے کہ اب وہ زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکیں گی اور میں نہیں چاہتا کہ خدانخواستہ ان کا یہ وہم حقیقت میں ڈھلے اور میں ان کی خواہش کو پورا نہ کرنے کی خلش ساری زندگی کے لیے اپنے دل میں پیدا کر لوں۔" وہ ہر طرح سے اسے قائل کرنا چاہتا تھا۔

"میرا نہیں خیال جندب! کہ ہم کبھی ساتھ چل سکیں گے۔ ابھی کا تو ویسے بھی کسی طرح سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن شاید چند سالوں بعد بھی میرا انتخاب تم نہ ہو۔ تم بہت سوفٹ نیچر رکھنے والے انسان ہو جب کہ مجھے زندگی کے سفر میں کسی بہت ہی اسٹرانگ شخص کی ضرورت ہے۔" ایک گہرا سانس خارج کرتے بالآخر اس نے اپنا حتمی فیصلہ سنا ڈالا۔ اس بات سے بے خبر کہ اس کے اس انکار نے جندب شاہ کے دل کے ایوانوں میں کیسی تباہی و بربادی مچا دی ہے۔

"سوری جندب! لیکن ایک ایسا ساتھ جوڑنے سے جس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو، یہ کہیں بہتر ہے کہ وہ جو ہمارے درمیان ایک پرانا اور بہت پیارا سا دوستی کا رشتہ تھا، اسے قائم رہنے دیا جائے۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ اپنی آنکھوں میں چھائی دھند کو پرے دھکیلتے جندب شاہ نے اس کی طرف کچھ پل غور سے دیکھا اور پھر اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھام کر اس کے فیصلے پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی۔ وہ اس کے سامنے اپنا حال دل اور حالات دونوں ہی بہت اچھی طرح بیان کر چکا تھا۔ لیکن وہ راضی نہیں تھی تو اس نے اس کے انکار کو بھی قبول کر لیا تھا۔ اگر جو اس کے مان جانے کا ذرا بھی امکان ہوتا اور اس کے حالات اسے اجازت دیتے تو وہ اب بھی اپنی انا کو پس پشت ڈال کر اسے منانے کی سعی کر سکتا تھا۔ لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا تو دوستی کا رشتہ بھی بہت تھا۔ منیٰ ہاشمی کی تعلق کی کتاب میں جندب شاہ کا نام کم از کم ایک دوست کی حیثیت سے سہی درج تو ہوتا۔

❋ ❋ ❋

"تو پھر تم نے کیا سوچا بیٹا!" وہ ممی کے شانے سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ ان کے اچانک پوچھنے پر چونک سا گیا۔

"کس بارے میں ممی؟" سوال کرنے کا انداز اس کی غائب دماغی کا ثبوت تھا۔

"اچھا؟ اب یہ بھی میں تمہیں یاد دلاؤں کہ کس بارے میں۔ تمہیں خود کچھ یاد نہیں ہے کہ تم نے کس بارے میں سوچنے کے لیے دو دن کا وقت لیا تھا اور اب ایک ہفتہ گزر جانے کے باوجود بھی منہ سے بھاپ نہیں نکال رہے۔" ممی کے لہجے میں سخت خفگی تھی۔

"خفا نہ ہوں ممی! میں آپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے لاڈ سے ان کی گردن میں بازو حمائل کیا۔

"ریئلی بیٹا! پھر ایسا کرو کہ اپنی رضامندی کے ساتھ ساتھ اپنی پسند کے بارے میں بھی بتادو تاکہ ہم جلد از جلد اسے اپنی بہو بنا کر اس گھر میں لے آئیں۔" ممی بے انتہا خوش تھیں۔

"پسند..... !پسند تو کوئی نہیں ہے میری ممی! آپ جسے چاہیں بہو بنالیں۔" درد کی ایک لہر دل میں اٹھی تھی۔

"کوئی پسند نہیں۔ اس پر بھی تم نے سوچنے کے لیے اتنا وقت لیا، میں تو سمجھی تھی کہ کوئی مسئلہ ہے جو اتنی ٹال مٹول کر رہے ہو۔" ممی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ٹائم تو اس لیے لیا تھا کہ شاید کوئی پسند آجائے لیکن آپ کے بیٹے کو کوئی چیز پسند آنا اتنا آسان تھوڑا ہی ہے۔" وہ زبردستی اپنے لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے بولا۔

"ارے بھئی، یہ ماں بیٹے میں کیا راز و نیاز چل رہے ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" کمرے میں داخل ہوتے منیب شاہ نے دونوں کو تنہا سر جوڑے باتیں کرتے دیکھ کر پوچھا۔

"راز کی کوئی بات نہیں۔ چاہیں تو آپ بھی ہماری اس میٹنگ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ آپ کو "لازما" شامل ہونا چاہیے۔ آخر کو آپ کی اکلوتی بہو کے سلیکشن کا مسئلہ ہے۔" ممی نے خوشگوار انداز میں جواب دیا۔

"ہوں..... تو یہ مسئلہ ہے۔ پھر کہئے معاملہ کہاں تک پہنچا۔" منیب شاہ قریبی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"رضامندی دی ہے آپ کے بیٹے نے لیکن لڑکی کے سلیکشن کا معاملہ ہم لوگوں پر چھوڑ دیا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے اس سلسلے میں۔"

"بھئی، میرے خیال میں تو اتنی زیادہ سوچ بچار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکیاں گھر میں ہی موجود ہیں۔ چاہے منیٰ کے لیے بات کریں، چاہے ہادیہ کے لیے۔ دونوں ہی ایک جیسی پیاری ہیں۔" منیب شاہ کی رائے نے جندب کو پہلو بدلنے پر مجبور کیا۔

"کہہ تو آپ بالکل ٹھیک رہے ہیں لیکن دونوں میں سے کس کو سلیکٹ کریں، یہ بھی تو مسئلہ ہے۔" وہ گہری فکر میں ڈوب چکی تھیں۔

"منیٰ تو ابھی اپنی اسٹڈیز میں مصروف ہے اور درمیان میں اپنا تعلیمی سلسلہ توڑ کر شادی کے جھنجھٹ میں پڑنا اس کے لیے مشکل ہوگا، البتہ ہادیہ فارغ ہے۔ پھر اسے گھرداری کا شوق بھی ہے، اس لیے میرے خیال میں وہ مناسب رہے گی۔ آخر ثمانیہ کی شادی کے بعد اس گھر کو سنبھالنے والا بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔" دونوں لڑکیوں کا تجزیہ کرتے منیب شاہ نے اپنی حتمی رائے دے ڈالی۔

"پلیز ڈیڈی! منیٰ اور ہادیہ سے ہٹ کر کوئی لڑکی سوچیں۔ میرے خیال میں یہ کچھ مناسب نہیں رہے گا۔" بڑی دیر سے برداشت کرتے جندب شاہ کا ضبط بالآخر ٹوٹ گیا۔

"کیوں برخوردار! ہمارے فیصلے میں آپ کو کیا بات نامناسب محسوس ہو رہی ہے؟" منیب شاہ نے اسے گھورا۔

"سمجھا کریں ڈیڈی! منیٰ آپ کی بہن کی بیٹی ہے تو ہادیہ بھائی کی، دونوں میں سے ایک کو سلیکٹ کرنے کا مطلب دوسری کو ریجیکٹ کرنا ہے۔ پھر جس کی بھی بیٹی ریجیکٹ ہوئی، وہ اپنے دل میں ملال تو محسوس کرے گا ناں، اس لیے بہتر ہے کہ آپ خاندان سے

باہر کہیں سوچیں۔"

"ہمہ تو واقعی تم ٹھیک رہے ہو۔ دونوں بہن بھائیوں میں سے کسی کو بھی ناراض کرنا مناسب نہیں ہو گا۔" اس کی بات نے منیب شاہ کو قائل کر دیا تھا۔

"خاندان سے باہر کرنے کی بات ہے تو پھر صمد بھائی کی بیٹی مہرین مناسب رہے گی۔ بے شک ابھی ماسٹرز کر رہی ہے۔ لیکن اس کا سبجیکٹ ایسا نہیں کہ شادی کے بعد مینیج (Manage) نہ کر سکے۔ پھر وہ ہے بھی بہت سنجیدہ مزاج اور رکھ رکھاؤ والی لڑکی۔ بڑی بہو کے روپ میں خوب جچے گی۔" ممی کی رائے ڈیڈی کے دل کو بھی لگی تھی جب کہ جندب کے لیے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ منی کے علاوہ جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں شامل ہو جاتی ایک ہی بات تھی۔ ہادیہ کے لیے اس نے خصوصاً اس لیے منع کیا تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کی دوستی کی تکون کو یہ رشتہ متاثر کرے۔ ہادیہ کے جندب کی بیوی بننے کی صورت میں منی کے انداز میں یقینی طور پر ایک جھجک پیدا ہو جاتی تھی۔

* * *

"سنا تم نے علینہ! یہ تمہاری بڑی ممانی کیا خبر دے گئی ہیں۔ جندب کا رشتہ طے کرنے جا رہی ہیں وہ بھی صمد کی بیٹی مہرین سے۔ گھر میں دو دو بچیاں تھیں انہیں دونوں میں سے ایک بھی دکھائی نہیں دی۔ چلو میری منی تو ذرا لاپروا اور گھرداری سے ناآشنا ہے۔ لیکن بھلا ہادیہ میں کیا کمی تھی جو اسے چھوڑ کر وہ لوگ مہرین کو بہو بنانے کا فیصلہ کر بیٹھے۔ منی نہ سہی ہادیہ سے تو جندب کا رشتہ کیا جا سکتا تھا۔"

خدیجہ بیگم بہو کے سامنے بھاوج کی ناانصافی کا شکوہ کر رہی تھیں۔ لیکن کان علینہ بھابی کے ایک سالہ بیٹے کے ساتھ کھیلتے اظفر کے کھڑے ہو گئے۔

"تو بھلا کیوں کر دیتیں وہ جندب سے ہادیہ کا رشتہ' اس کام کے لیے ہم مر گئے ہیں کیا۔" زیر لب خیالات کا اظہار بھی کیا گیا۔ اس کی ہادیہ کے لیے پسندیدگی سے واقف علینہ بھابی کے لیے مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہو گیا لیکن فی الحال ساس کی دلجوئی زیادہ ضروری تھی۔

"جانے دیں امی! جس کا جہاں نصیب ہوتا ہے وہیں رشتے ناتے جڑتے ہیں۔ بتایا تو تھا بڑی ممانی نے کہ جندب نے خود خاندان میں رشتہ جوڑنے سے انکار کیا تھا' اس لیے انہوں نے مہرین کا انتخاب کیا۔ ویسے بھی مہرین اچھی لڑکی ہے پھر بڑے ماموں کے عزیز دوست کی بیٹی ہے۔ اس لیے میرے خیال میں تو بہت مناسب رہے گی جندب کے لیے۔"

"میرے کہنے کا مطلب یہ تھوڑا ہی تھا کہ خدانخواستہ مہرین اچھی لڑکی نہیں' بے شک بڑی اچھی لڑکی ہے وہ' لیکن پھر بھی دل میں خیال آتا ہے کہ لڑکیاں اپنوں میں بیاہی جائیں تو اچھا ہے۔ اب اگر وہ لوگ ہادیہ کو مانگتے جندب کے لیے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔" عائشہ بیگم نے وضاحت دی۔

"تو امی! ایسا کرتے ہیں ناں کہ ہادیہ کو ہم اپنے گھر لے آتے ہیں۔ اظفر کی دلہن بنا کر' گھر کی لڑکی گھر میں ہی آ جائے گی اور اظفر میاں بھی خوش ہو جائیں گے۔" اظفر کی بے تابی ملاحظہ کرتی علینہ بھابی نے ساس کو مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ اس سے بھی چھیڑ چھاڑ کی۔

"مشورہ تو واقعی تمہارا بہت مناسب ہے' میں کل ہی بات کروں گی۔ حبیب سے ہادیہ کے لیے۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ جندب اور مہرین کے ساتھ اظفر اور ہادیہ کی رسم بھی مشترکہ طور پر ہی کر لیں گے۔ البتہ ہم شادی ذرا وقفہ سے کریں گے۔ تمہاری ممانی تو جلدی میں ہیں۔ تین چار ماہ سے زیادہ کا ٹائم نہیں لگائیں گی۔ لیکن میری کوشش ہوگی کہ اظفر کے ساتھ ساتھ ہی منی کو بھی نمٹا دوں۔ بس ذرا اس لڑکی کے ہوش ٹھکانے لگانے پڑیں گے۔ کم بخت سماج کی ٹھیکے دار بننے پر تلی بیٹھی ہے۔ سارے جہاں کی فکر ہے اسے سوائے اپنی ذات کے۔ لیکن میں ماں ہوں' باپ بھائیوں کی طرح اسے کھلی چھٹی نہیں دے سکتی۔ دنیا

تو مجھ پر ہی الزام دھرے گی کہ ایک بیٹی اور عائشہ بیگم اس کی بھی تربیت نہ کر سکیں۔"

وہ موضوع سے ہٹ کر منیٰ پر تبصرہ شروع کر چکی تھیں۔ اور اس موضوع پر وہ کتنی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بول سکتی تھیں یہ بات سارا گھر ہی جانتا تھا' چنانچہ بھتیجے کو گود میں اٹھا کر وہاں سے کھسکنے میں ہی اظفر نے عافیت جانی' البتہ وہ جاتے جاتے علینہ کو "بھابھی دی گریٹ" کا اشارہ دے کر گیا تھا۔ آخر بنا زبان ہلائے اس کے لیے ہادیہ کا مقدمہ تو امی کے سامنے انہوں نے ہی لڑا تھا۔

❊ ❊ ❊

دو دل مل رہے ہیں
مگر چپکے چپکے
سب کو ہو رہی ہے
خبر چپکے چپکے

گیت کے بول فضا میں خوشگوار سی ہلچل مچا رہے تھے۔ کسی نے موقع کی مناسبت سے بہت خوب گانا منتخب کر کے لگایا تھا۔ اظفر کے پہلو میں بیٹھی ہادیہ کے چہرے پر گانے کا ہر بول آنچ دیتا محسوس ہو رہا تھا' ابھی ابھی اظفر نے اس کی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی اور اب دھڑا دھڑ فوٹو کھینچنے کا سلسلہ جاری تھا۔

"منیٰ بیٹا! اب ہادیہ کو اسٹیج سے نیچے لے آؤ تاکہ مہرین اور جندب کی رسم بھی آج کی تاریخ میں انجام پا جائے۔ بے چارے مہمان خوامخواہ انتظار میں سوکھ رہے ہیں۔" وقت کے ازحد پابند ہاشمی صاحب نے آخر کار ٹوک ہی دیا۔

"یار ہاشمی! تمہیں دیکھ کر تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ تم کہاں خوامخواہ بزنس مین بن بیٹھے۔ دراصل تو تمہیں فوج میں ہونا چاہیے تھا۔ جب دیکھو تب گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ بھاگتے نظر آتے ہو۔" ان کے ساتھ بیٹھے صمد صاحب نے بے تکلفی سے ان پر چوٹ کی۔

"کامیاب بزنس مین بننے کے لیے بھی وقت کا ٹھیک ٹھاک حساب رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے دوست! بلکہ بزنس تو ہے ہی سارا ٹائمنگ کا کھیل' ذرا بھی آپ نے فیصلہ کرنے میں دیر کی اور گیم آپ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ البتہ یہ تم پولیس والے ہوتے ہو جنہیں ہمیشہ وقت گزرنے کے بعد ہی ایکشن میں آنے کا خیال آتا ہے۔" صمد صاحب پر جوابی حملہ کرتے' ہاشمی صاحب اسٹیج کی طرف دیکھتے اطمینان سے بولے۔ جہاں ان کی ہدایت پر عمل درآمد ہو رہا تھا اور ہادیہ کو سہارا دیے منیٰ اسے اسٹیج سے نیچے لا رہی تھی۔

"آج شاید زندگی میں پہلی بار منی! تم بالکل صحیح وقت پر محفل میں موجود ہو ورنہ مجھے تو خدشہ تھا کہ آج کے دن بھی تمہارے ہمدانی صاحب تمہیں کہیں بزی نہ کر دیں۔" منیٰ کے ساتھ ایک ٹیبل کی طرف بڑھتی ہادیہ نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"بھئی۔ آج میرے دو اتنے پیارے دوستوں اور ایک عدد بھائی کی زندگیوں کے اتنے اہم لمحات تھے۔ بھلا آج کے فنکشن کا کوئی لمحہ میں کس طرح مس کر سکتی تھی۔" منیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے ایک چیئر پر بٹھایا اور پھر ذرا جھک کر سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔

"ویسے ایک راز کی بات بتاؤں' آج ہمدانی انکل کو بھی یہاں آنا تھا اس لیے وہ مجھے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ورنہ شاید آج بھی....."

"اگر آج بھی ایسا ہوتا تو تم اپنے دو عدد دوستوں اور ایک عدد بھائی کے ہاتھوں یقیناً "قتل" کر دی جاتیں اور تمہارے ہمدانی انکل بیٹھے تمہارے قتل کا مقدمہ لڑتے رہتے' اس لیے اچھا ہوا کہ یہ شاید سے آگے کا واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔" ہادیہ نے اس کے بازو میں اپنے لمبے ناخن چبھو کر اس کے نامکمل جملے کا مزا چکھایا۔

"اف جنگلی لڑکی! میرے بھائی سے منگنی ہوتے ہی دوستی بھول کر ظالم بھابھیوں والا سلوک کرنے

لگیں۔"

"اچھا تو بھابھیاں ظالم ہوتی ہیں۔ بتاؤں ابھی علینہ بھابھی کو کہ ان کی نند ان پر کیا الزامات لگا رہی ہے۔" ہادیہ نے دھمکی دی۔

"بی فسادن! خاموشی سے یہاں بیٹھی رہو۔ زیادہ پٹر پٹر بولنے کی ضرورت نہیں ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ دلہن کو کچھ زیادہ ہی خوشی ہے منگنی کی۔" اس نے ہادیہ کو ٹوکا۔

"اوکے۔ تم یہاں بیٹھو میں ذرا دوسرے دوست سے دوستی نبھا آؤں۔" عنبرین اور ثانیہ کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھتے جندب اور مہرین کو دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

"لو بیٹا! بسم اللہ کرو، دلہن کی انگلی میں انگوٹھی پہناؤ۔" سرخ مخملی ڈبیہ جندب کے ہاتھ میں پکڑاتے ممانی جان نے اس سے کہا۔

ڈبیہ کھول کر اس میں سے ڈائمنڈ کی جگر جگر کرتی انگوٹھی نکالتے جندب شاہ نے پل بھر کے لیے اپنے سامنے کھڑی منیٰ کی طرف دیکھا تھا۔ منیٰ خود بھی اس کی طرف متوجہ تھی اس لیے نظروں کا تصادم ہوا۔

اف! کیا نہیں تھا جندب شاہ کی اس ایک نگاہ میں۔ شکوہ، تڑپ، ہجر کا دکھ، سامنے کھڑی محبت کو کھو دینے کا غم۔

منیٰ ہاشمی کو پہلی بار اپنی فصیلِ دل لرزتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کون سا حادثہ کس گھڑی اور کہاں پیش آیا تھا۔ سرخ مخملی ڈبیہ سے انگوٹھی نہیں، منیٰ ہاشمی کے جسم سے روح نکالی تھی جندب شاہ نے۔ وہ بے یقینی کے عالم میں ساکت کھڑی ایک ٹک سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ جندب نے انگوٹھی پہنانے کے لیے اپنا ہاتھ مہرین کی طرف بڑھایا تھا لیکن اس نے بے اختیار ہی مٹھی بند کر لی تھی۔ جندب کی ناکامی اور مہرین کی بے ساختہ حرکت پر اردگرد کھڑے لوگوں نے بلند قہقہے لگاتے ہوئے جندب پر معنی خیز فقرے چست کیے تھے۔

جندب نے بھی یقیناً" مہرین کی اس حرکت کو انجوائے کیا تھا۔ اس لیے اس کے ہونٹوں پر بھی بڑی دلفریب سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ منیٰ کے دل میں "چھن" سے کچھ ٹوٹا۔ یہ اس کے دیوانے کی پہلی مسکراہٹ تھی۔ جو اس کے بجائے کسی اور کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر آئی تھی۔

وہ غیر محسوس طور پر لوگوں کے ہجوم سے نکل کر ایک تاریک گوشے کی طرف جا نکلی۔

"جندب کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا بہت مشکل ہے۔" یہ انکشاف بہت اچانک ہوا تھا اس پر۔

"تجھے مجھ سے اپنا آپ تسلیم کروانے کو یہی موقع ملا تھا۔" اس نے دل میں پھیلتے سناٹوں سے گھبرا کر چپکے سے محبت کی دیوی سے شکوہ کیا۔

کچھ کھو دینے کا احساس اتنا قوی تھا کہ اپنی تمام تر میچورٹی کے باوجود اس پل اسے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ اپنی تمام تر ہمتیں مجتمع کرتی وہ ایک چیئر پر ٹک گئی۔

"کیا آپ کو بھی رنگ و نور کا یہ سیلاب تنگ کر رہا تھا جو آپ اس گوشۂ عافیت میں چلی آئیں۔"

اپنے بالکل قریب سے سنائی دیتی دھیمی مگر واضح آواز نے اسے چونکا ڈالا۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کے بالکل سامنے براجمان تھا۔ منیٰ کو اپنی غائب دماغی کا شدت سے احساس ہوا۔ تاریکی اتنی شدید تو نہ تھی کہ وہ یہاں بیٹھے اچھے خاصے بندے کو دیکھ نہ پاتی۔ اس پر اس کا سوال۔

"زیادہ شور شرابا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اس طرف تنہائی دیکھی تو تھوڑی دیر سکون سے بیٹھنے کے خیال سے چلی آئی۔" یوں اپنے کسی عمل کی وضاحت دینا وہ بھی کسی اجنبی کو اس کی عادت تو نہ تھی لیکن دل کے چور نے مجبور کر ڈالا۔

"مجھے لگا کہ شاید آپ کو یہ محفل اچھی نہیں لگی۔" اس کا لہجہ بڑا عجیب تھا۔ منیٰ کو غصہ آنے لگا۔

"یہ محفل مجھے اچھی نہ لگے اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ میرے دو عدد دوستوں اور سب سے بڑھ کر سگے بھائی کی منگنی کا فنکشن ہے۔" باوجود ضبط کے

اس کا لہجہ قدرے تُرش تھا۔

"آئی ایم سوری، اپنے قنوطی پن میں نہ جانے میں آپ سے کیا فضولیات کہہ گیا۔" منیٰ کی خفگی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً سنبھل گیا۔

"ہائے داوے آپ ہیں کون؟ میرے خیال میں انکل صمد کے کوئی رشتہ دار ہیں؟" سوال کرتے کرتے منیٰ نے خود ہی اندازہ لگایا۔

اجنبی کے قنوطیت بھرے چہرے پر مسکراہٹ کی کرن جاگی۔ "آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے، مہرین میرے ماموں کی بیٹی ہے۔ وہ جو اسٹیج پر آف وہائٹ ساڑھی پہنے خاتون مہرین کے برابر بیٹھی ہیں میری مدر ہیں۔" اس کے اشارے پر منیٰ نے دور بنے اسٹیج پر نگاہ ڈالی۔ کافی زیادہ فاصلہ کے باوجود اس نے خاتون کو شناخت کرلیا۔

"اچھا حبیبہ آنٹی کے بیٹے ہیں آپ، وہ تو دو دن سے کراچی آئی ہوئی ہیں شاید آپ آج ہی پہنچے ہیں۔ جب ہی میری آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"کراچی آئے ہوئے تو مجھے ایک ہفتے سے زیادہ ہوگیا ہے لیکن میں یہاں اپنے کام سے آیا تھا، اس لیے ایک دوست کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ مہرین کی منگنی اور امی کی یہاں آمد کے بارے میں تو مجھے کوئی علم ہی نہیں تھا۔ وہ تو آج تھوڑی فرصت ملی تو سوچا ماموں سے ملاقات کرلوں۔ شام کے وقت پہنچا تھا یہاں، سب نے زبردستی روک لیا۔ اب مجبوراً اس فنکشن میں شرکت کرنی پڑ رہی ہے۔" منیٰ کو نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ لہراتا نظر آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید غور کرتی ثانیہ اسے ڈھونڈتی ہوئی چلی آئی۔

"کیا ہے منیٰ آپی! کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ سارے کزنز کا گروپ فوٹو بنانا ہے اور آپ غائب ہیں۔"

تیز تیز بولتے اس کی نظر منیٰ کے سامنے بیٹھے شخص پر پڑی۔

"ارے! یہ اسد بھائی بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔

چلیں شکر، دونوں گمشدہ ایک ہی جگہ مل گئے۔ اب ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر کیے بغیر فوراً آپ دونوں اسٹیج کی طرف چلیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" ثانیہ کے اصرار پر دونوں کو اپنی جگہ چھوڑتے ہی بنی۔

❋ ❋ ❋

محبت ساون کے بادلوں کا روپ ہوتی ہے۔
برستی ہے نکھرتی ہے
پون کی طرح چلتی ہے
محبت پنچھیوں، موسموں اور بارشوں کا سچ
محبت پریت ہوتی ہے، محبت جیت ہوتی ہے

اپنا اپنا تجربہ ہے، ورنہ اگر کوئی منیٰ ہاشمی سے پوچھتا تو وہ کہتی۔

محبت بڑی انا پرست شے کا نام ہے، جسے "ہار" کا لفظ قطعاً گوارا نہیں۔ یہ جب تک خود سے لڑنے والوں کو اپنا مفتوح نہ بنالے اُسے چین نہیں آتا۔ جیسے اس نے مجھے یعنی منیٰ ہاشمی کو اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے۔ کتنی اکھڑ اور خود سر لڑکی ہوا کرتی تھی میں۔ محبت میرے در پر دستک دے دے کر تھک جاتی لیکن میں اپنے کان لپیٹے اطمینان سے بیٹھی رہتی۔ اسے بار بار مایوس لوٹاتے ایک بار بھی مجھے خیال نہ آیا کہ کہیں جو یہ مجھ سے روٹھ گئی تو کیا ہوگا۔

اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ میں اپنے درد پر کوئی احتجاج نہیں کرسکتی۔ کسی کے سامنے کوئی فریاد نہیں کرسکتی، اور حد تو یہ ہے کہ اس درد کا کوئی علاج بھی نہیں کرسکتی۔"

راتوں کو دیر تک جاگنا اس کا معمول تھا، لیکن صرف اسٹڈی کے لیے وہ کبھی کسی کے ہجر میں رت جگے منائے گی، ایسا تو کبھی اس کے وہم و گمان میں ہی نہیں تھا۔ وہ لوگ تقریباً ڈیڑھ بجے واپس گھر پہنچے تھے۔ تھکن اتنی شدید تھی۔ خیال تھا کہ بستر پر گرتے ہی بے سدھ ہوجائے گی۔ لیکن اب جلتی آنکھوں میں نیند کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ بستر پر چت لیٹی وہ اپنے آج کے احساسات کا تجزیہ کررہی تھی۔ جذب کا

مہرین کی انگلی میں انگوٹھی پہنانا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرانا بھلا اسے کیوں برا لگا تھا۔ اسے عرصے سے اپنی طرف متوجہ جندب کا کسی کی طرف دیکھنا حسد میں مبتلا کر گیا تھا یا پھر یہ اس کے دل میں موجود جندب کی خوابیدہ محبت تھی جس نے اچانک ہی سر اٹھایا تھا۔ حسد کرنے کی اس کی عادت نہیں تھی۔ اور پھر ایسے معاملات میں حسد کرتا بھی کون ہے۔ آج کی تقریب میں خاندان کی اور جان پہچان کی بے شمار لڑکیاں شریک تھیں، لیکن منیٰ ہاشمی کی طرح تو کسی نے گوشۂ تنہائی میں پناہ لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان میں سے کسی بھی لڑکی کو جندب شاہ اور مہرین صمد کی منگنی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

جندب کے پہلو میں بیٹھی مہرین کو دیکھ کر کسی کے دل نے تڑپ کر احتجاج نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ان میں سے کسی کو بھی جندب شاہ سے محبت نہیں ہوئی تھی۔ محبت نے تو صرف منیٰ ہاشمی کے دل کو اپنا بسیرا کرنے کے لیے منتخب کیا تھا اور اب ایک آگ کی طرح اس کے تن من کو جھلسا رہی تھی۔

کمرے کی خاموش فضا میں اچانک موبائل کی گنگناہٹ سنائی دی۔

بائیں ہاتھ سے لڑی کی صورت بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے اس نے سرہانے پڑا موبائل اٹھایا۔ کبھی یہ لڑکی بھی اس طرح آنسو بہا سکتی ہے، اس کا قریب ترین شخص بھی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

"تم کیسی ہو منیٰ!" لہجے میں بے قراری سموئے دوسری طرف وہی تھا۔

"ابھی دو گھنٹے پہلے تک تو میں تمہارے آس پاس تھی جندب! اب اتنی سی دیر میں بھلا مجھے کیا ہو سکتا تھا کہ تم نے خیریت دریافت کرنے کی زحمت کر ڈالی۔"

تلخ آنسوؤں کو حلق سے اتارتے اس نے زبردستی لہجے میں بشاشت پیدا کی تھی۔

"آس پاس ہونے کے بجائے کاش آج تم میرے ساتھ ساتھ ہوتیں منیٰ!" جندب شاہ کی آواز میں روٹھے بالک کی سی اداسی تھی۔

"تم نے ان ہی فضول باتوں کے لیے فون کیا ہے مجھے۔" اس نے جانتے بوجھتے لہجے میں سختی پیدا کی۔

"تم شاید میرا مذاق اڑاؤ منیٰ! لیکن سچ یہ ہے کہ واقعی میں نے اس وقت تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے ہی فون کیا تھا۔ وہاں ہال میں تم اچانک ہی غائب ہو گئی تھیں اور پھر دوبارہ نظر آئیں تو مجھے یوں لگا میں کسی نئی منیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا رنگ بالکل زرد ہو رہا تھا اور تمہاری آنکھیں اتنی سرخ تھیں منیٰ! کہ میں ڈر گیا کہ کہیں ان سے لہو ہی نہ چھلک پڑے۔ آخر کیا ہو گیا تھا تمہیں اچانک" اور وہ اسے کیا بتاتی کہ اسے کیا روگ لگ گیا تھا۔ اس لیے چپکے سے بہانا بنا گئی۔

"میری آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا، رگڑنے سے سرخ ہو گئی۔ ٹھنڈک کے لیے پانی ڈالا تھا آنکھ میں، ساتھ میں سارا میک اپ بھی بہہ گیا۔ اسی لیے تمہیں چہرہ زرد لگ رہا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" "تم آرام کرو۔ صبح کالج بھی جانا ہو گا تمہیں۔۔؟" دھیرے سے کہتے جندب شاہ نے لائن ڈسکنکٹ کر دی تھی۔

"تم نے میری بات کا یقین نہیں کیا، مجھے معلوم ہے، لیکن آج خود پر بیتے حادثے کو تنہا سہنا میری مجبوری ہے۔ اپنے دل کے اجڑنے کا دکھ تو میں سہہ سکتی ہوں لیکن اپنے پندار کو ٹوٹ کر بکھرتا نہیں دیکھ سکتی۔" فون کی بے جان لائن اس کے ان الفاظ کو جندب شاہ تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔

❋ ❋ ❋

"میں نے تمہیں عائشہ نیازی کیس اسٹڈی کرنے کے لیے دیا تھا۔ اگر تم نے اس کے نوٹس بنا لیے ہوں تو فوراً" میرے پاس لے آؤ۔ اس وقت میں فارغ ہوں۔ ہم اس کیس کے اہم پوائنٹس پر ڈسکشن کر سکتے ہیں۔" بیرسٹر احمد ہمدانی انٹرکام پر اس سے مخاطب تھے۔ باوجود دل گرفتہ اور پژمردہ ہونے کے وہ فوراً" ہی "اوکے سر!" کہتی اپنی سیٹ سے ان کے روم میں

جاننے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وکالت کے داؤ پیچ سیکھنے کا ایک تو اسے شوق بہت تھا دوسرے عائشہ نیازی کیس میں اس کی اپنی خصوصی دلچسپی تھی۔

عائشہ نیازی معاشرے میں موجود بے وقوف عورتوں کی وسیع کھیپ میں سے ایک عورت تھی جسے تقدیر نے مظلوموں کی لسٹ میں بھی شامل کر دیا تھا۔

عائشہ نے اپنے ایک کلاس فیلو سہیل کی محبت میں اپنے خاندان کی روایتوں اور عزت کو روندتے ہوئے دو سال قبل سہیل سے کورٹ میرج کی تھی۔ کورٹ میرج کرنے کی صورت میں جس طرح ہمارے معاشرے میں لڑکے اور لڑکی کو دباؤ اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہی صورتحال ان دونوں کے ساتھ بھی پیش آئی تھی۔ عائشہ کے والدین نے اس سے ہر طرح کا تعلق ختم کر لیا تھا۔ جب کہ سہیل کے گھر والے بھی اسے ایک بہو کی حیثیت سے عزت دینے کو تیار نہیں تھا۔

چنانچہ دونوں میاں بیوی کرائے کے ایک فلیٹ میں علیحدہ رہنے لگے۔ کچھ عرصہ تک معاملات ٹھیک چلتے رہے لیکن جب جذبات کا طوفان تھما تو دونوں ہی کو احساسِ زیاں ستانے لگا۔

سہیل تو مرد تھا۔ ماں باپ نے برا بھلا کہہ کر آخر اس کے لیے اپنے گھر کے دروازے کھول دیے، لیکن اس شرط پر کہ وہ صرف تنہا وہاں آسکتا ہے۔ عائشہ کو اس گھر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ عائشہ جو ان دنوں تخلیق کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ شدید احساسِ تنہائی کا شکار ہونے لگی۔ ماں باپ اور سسرال کا آسرا تو یوں بھی نہیں تھا اس پر سے سہیل بھی گھنٹوں بہانے بناتے گھر سے باہر رہنے لگا۔

اسی تناؤ زدہ ماحول میں آمنہ کی پیدائش ہوئی اور ان کے درمیان ہونے والی معمولی جھڑپوں نے باقاعدہ جھگڑوں کی شکل اختیار کر لی۔ دراصل بیٹی کو سامنے دیکھ کر سہیل کو یہ ڈر ستانے لگا تھا کہ عائشہ جیسی عورت جس نے خود اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال نہیں کیا بھلا اس کی بیٹی کی حفاظت اور تربیت کیا خاک کر سکے گی۔ اس ایک مسئلے نے اسے اتنا الجھایا کہ وہ ایک دن آمنہ کو لے کر دادا دادی سے ملانے کے بہانے گھر سے نکلا تو واپس لوٹ کر ہی نہیں آیا۔

بچی اور سہیل کی فکر میں ادھر ادھر فون کر کے انہیں ڈھونڈتی اور روتی بلکتی عائشہ کو اپنے اٹھارہ گھنٹے کے انتظار کا صلہ سہیل کی طرف سے بھیجے گئے طلاق نامے کی صورت میں ملا۔

وہ اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ وہ اس کی نظر میں ایک بدکردار عورت تھی۔ خود پر زندگی کا ہر در بند کر کے سہیل کا گھر بسانے والی عائشہ کے لیے یہ صدمہ بڑا جانکاہ تھا۔ اس پر سہیل اس کی بیٹی اسے دینے کو تیار نہ تھا۔ اگر وہ اب بھی نیازی خاندان کا حصہ ہوتی تو سہیل کو ناکوں چنے چبوا ڈالتی لیکن اب وہ صرف ایک مطلقہ اور بے سہارا عورت تھی جو انصاف کی تلاش میں بھٹکتی بھٹکتی بالآخر ہمدانی صاحب کی مظلوموں کے لیے بنائی گئی تنظیم تک آپہنچی جہاں اس کی ملاقات منیٰ سے ہوئی اور اب منیٰ اس کی مدد کے لیے پوری طرح کمربستہ تھی۔

”اچھے پوائنٹس تیار کیے ہیں تم نے، لیکن مجھے ایک خدشہ ہے۔“ فائل پر نظر دوڑاتے ہمدانی صاحب اس سے مخاطب ہوئے۔

”وہ کیا سر؟“ اس نے پوچھا لیکن اسے اس کے سوال کا جواب ملنے سے پہلے ہی انٹرکام بج اٹھا۔

”فوراً“ اندر بھیج دو انہیں۔“

دوسری طرف سے سیکرٹری نے یقیناً کسی خاص شخصیت کی آمد کی اطلاع دی تھی جو وہ یکایک بہت پُرجوش نظر آنے لگے تھے۔ ان کی ساری توجہ داخلی دروازے کی طرف تھی۔ اور پھر جو شخص گلاس ڈور کھول کر اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر منیٰ بے ساختہ چونک پڑی وہ اسد تھا مہرین کا کزن، اسد آج کل مہرین کے گھر پر ہی رہ رہا ہے، یہ بات اسے معلوم تھی لیکن انکل ہمدانی سے اس کا کیا تعلق ہے وہ نہیں جانتی تھی۔ البتہ جس پُرجوش انداز میں وہ اس سے مل رہے تھے، اس سے یہ حقیقت واضح تھی کہ وہ کوئی خاص ہی شخص تھا۔

"منیٰ ان سے ملو یہ اسد ہیں۔ وہی اسد جن کا نام اور تعلیمی ریکارڈ لاء کالج کے ہر اسٹوڈنٹ کو یاد ہے۔" ہمدانی انکل کے تعارف کروانے پر وہ یکدم ہی متاثر ہو گئی۔ اس رات منگنی کے فنکشن میں اس سے ملتے ہوئے اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنے کالج کے سب سے ذہین طالب علم سے مل رہی ہے۔ اسد نے اپنے تعلیمی دور میں سابقہ تمام ریکارڈ کو توڑ ڈالا تھا۔ جب کہ اب تک کوئی دوسرا طالب علم اس کے ریکارڈ توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

"اور اسد! یہ منیٰ ہاشمی ہے۔ تمہارے بعد مجھے ملنے والا ایک اور دُرِ نایاب" ہمدانی انکل اب اس کا تعارف کروا رہے تھے۔

اسد اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش دلی سے مسکرایا۔ منیٰ نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب ایک دھیمی مسکراہٹ سے دیا۔ پھر وہ لوگ آپس میں گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ دورانِ گفتگو ہی منیٰ کو پتا چلا کہ اسد نے لاء کی تعلیم کراچی میں اپنے ایک چچا کے گھر رہتے ہوئے مکمل کی تھی، اس کا شمار ہمدانی صاحب کے سب سے چہیتے طالب علموں میں ہوتا تھا۔ وہ خود بھی ان سے بہت متاثر تھا اور ان کے ساتھ ہی پریکٹس کرنے کا خواہش مند بھی تھا۔ لیکن اس کے والد نے جلد ہی اسے مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن بھجوا دیا۔ اور اب وہ فارغ تھا تو ماضی کی طرح اب بھی اس کا انتخاب ہمدانی صاحب کا چیمبر ہی تھا۔

"آپ بہت خوش قسمت ہیں منیٰ! کہ آپ کو ڈگری ملنے سے پہلے ہمدانی صاحب جیسے قابل شخص کا ساتھ مل گیا۔ ایک بہترین رہنما کے بغیر تو یہ ڈگری کاغذ کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتی۔" ہمدانی صاحب سے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں جانتی ہوں۔" منیٰ مسکرائی۔

"ارے بھئی یہ بچی خود بھی بڑی لائق اور محنتی ہے۔ تم ذرا اس کے بنائے ہوئے نوٹس دیکھو، کتنے بہترین اور عمدہ ہیں۔" ہمدانی انکل نے عائشہ نیازی کیس کی فائل اسد کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے پہلی بار کھل کر اس کی تعریف کی۔

"آپ کہہ رہے تھے سر! کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی خدشہ ہے لیکن آپ نے اپنی بات کی وضاحت نہیں کی تھی۔" منیٰ کو اچانک ہی ادھوری رہ جانے والی گفتگو کا خیال آیا۔

"خدشہ تمہارے کسی قانونی نکتے کو نظرانداز کرنے پر نہیں، بلکہ اپنے سوشل سیٹ اپ کی وجہ سے ہے۔ عائشہ کی بیٹی صرف چھ ماہ کی ہے اور قانونی طور پر ماں ہی اتنے چھوٹے بچے کو اپنے پاس رکھنے کی حقدار ہے۔ لیکن عائشہ کی سہیل سے کورٹ میرج اور اس کے والدین کا اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسے قبول نہ کرنا، جب کہ وہ مشکل میں ہے، دو ایسے نکات ہیں جن کی بناء پر مخالف وکیل اسے ایک بدکردار عورت ثابت کر سکتا ہے، اور ایسی صورت میں بچی کسی صورت بھی اسے نہیں مل سکے گی۔"

"لیکن وہ ایسی لڑکی نہیں ہے سر! سہیل سے کورٹ میرج اس کا ایک جذباتی اور نادانی میں کیا ہوا فیصلہ تھا۔ جس کی سزا وہ بھگت رہی ہے۔" وہ بے ساختہ ہی ہمدانی صاحب کو ٹوک گئی۔

"میں تم سے ایگری ہوں بیٹا! لیکن عائشہ کے پاس ایک مضبوط سہارا ہونا ضروری ہے۔ ہماری تنظیم کے قائم کردہ ہاسٹل میں رہنے والی لڑکی جو اپنے اخراجات کے لیے بھی ہماری محتاج ہے بھلا بچی کی ذمہ داریاں کس طرح نبھا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے، جس کے جواب سے بچنے کے لیے کم از کم عائشہ کا اپنے ماں باپ سے رابطہ بہت ضروری ہے۔" ہمدانی صاحب بہت دھیرج سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"ٹھیک ہے سر، تو پھر میں خود اس سلسلے میں عائشہ کے ماں باپ سے ملاقات کر کے انہیں احساس دلاؤں گی۔ بچوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، اگر ماں باپ ان کی غلطی پر انہیں سنبھالنے کے بجائے تباہ ہونے کے لیے چھوڑ دیں تو پھر ان میں اور باقی معاشرے میں کیا فرق رہ جائے گا۔" اس کا چہرہ غصے اور جوش سے

تمتمار ہا تھا۔

"اوکے گرل! مجھے یقین ہے کہ اگر تم انہیں سمجھاؤ گی تو وہ عائشہ کو دوبارہ قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔" ہمدانی صاحب اس کے ارادوں کی پختگی کو اچھی طرح جانتے تھے جبکہ ان کے سامنے بیٹھا اسد بہت دلچسپی سے اسے فائل اٹھا کر کمرے سے باہر نکلتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا آج کا پُرجوش اور غصیلا انداز اس رات کے تھکے تھکے، افسردہ اور الجھے ہوئے روپ سے قطعی مختلف تھا۔

"کریزی ہے، عورت کے حق میں کچھ کرنا ہو تو پروفیشنل ازم سے ہٹ کر ذاتی طور پر بھی سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔" ہمدانی صاحب نے اسد کی نظروں کا زاویہ دیکھتے ہوئے مسکرا کر بتایا۔

"ہمیشہ کریزی لوگ ہی دنیا میں کچھ کرتے ہیں سر!" اس نے جواب دیا۔

"اچھا پھر اجازت دیجیے، جلد ہی آپ کے کریزی اسٹاف کے ساتھ کام کرنے کے لیے آپ کے آفس کا رُخ کروں گا۔" کچھ دیر مزید ان سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد بالآخر اس نے ان سے اجازت طلب کی۔

"تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت ہے ینگ مین! لیکن صرف اس شرط پر کہ تم کل صبح سے ہمیں جوائن کر لوگے۔" ہمدانی صاحب کی خوش مزاجی آج اپنے عروج پر تھی۔

"جیسے آپ کا حکم سر!" وہ تابعداری سے سر جھکا کر آفس سے باہر نکل گیا۔

اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کی نظر منتی پر پڑی۔ وہ چیمبر سے باہر آ رہی تھی۔

"اگر آپ گھر جا رہی ہیں تو میں آپ کو اپنے ساتھ چلنے کی آفر کر سکتا ہوں۔" اس کے نزدیک آنے پر وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"مجھے واقعی گھر جانا ہے، اس لیے میں آپ کی آفر قبول کر سکتی ہوں۔" اس کی بات کا جواب اسی کے انداز میں دیتے ہوئے وہ بڑے اعتماد سے اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسد بہرحال اس کے لیے اتنا اجنبی نہیں تھا کہ وہ انیسویں صدی کی ہیروئنوں کی طرح شرماتی لجاتی اس کی لفٹ کی آفر رد کر دیتی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں کہ آپ نے لاء کیا ہوا ہے، وہ بھی یہیں کراچی میں رہ کر ہمارے ہی کالج سے۔" گاڑی کے روانہ ہوتے ہی اس نے اسد سے سوال کیا۔

"کبھی اس کا موقع ہی نہیں ملا پھر ہماری آپ کی ایک آدھ سرسری ملاقات کے علاوہ بات بھی کہاں ہوئی ہے جو اتنی تفصیلات میں جایا جاتا۔" ایک اچٹتی ہوئی نظر اس کے چہرے پر ڈال کر اس نے نظریں سامنے ٹریفک پر مرکوز کر دیں۔

"اس دن منگنی کے فنکشن سے بھی ہمدانی انکل جلدی واپس چلے گئے تھے، ورنہ شاید وہیں آپ دونوں کی ملاقات ہو جاتی اور ہم آپ سے اتنا لیٹ متعارف نہ ہوتے۔"

منتی کی بات پر وہ سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ کہہ نہ سکا کہ وہ اس دن درد اور غصے کے اتنے شدید ریلے میں گھرا ہوا تھا کہ ہمدانی صاحب کو دیکھ لینے کے باوجود اپنی تاریک پناہ گاہ سے باہر نہ نکل سکا۔

❄ ❄ ❄

کھڑکی پر پڑا پردہ سرکاتے وہ چند لمحوں کے لیے اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ مدھم لائٹ کی وجہ سے اگرچہ لان کا منظر واضح نہیں تھا لیکن وہ پھر بھی وہاں موجود ہستی کو شناخت کر سکتا تھا، بلکہ وہ تو یہ بھی جانتا تھا کہ وہ بہت اداس اور دُکھی ہے۔ ایک پل کے لیے اس کا دل چاہا کہ وہ باہر جا کر اس کے ساتھ اس کا دکھ بانٹ لے لیکن دوسرے ہی پل اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اسے اعتراف تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس کا دکھ شیئر کرنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ اگر وہ اتنا ہی اہل ہوتا تو آج وہ غم زدہ نہ ہوتی۔ مہرین اس کی سگی ماموں زاد جسے وہ برسوں سے اپنی ہم سفر کے روپ میں اپنے خیالوں میں سجائے بیٹھا تھا، یوں اچانک کسی اور کے نام لکھ دی جائے گی، اس

کے سان و گمان میں نہیں تھا۔ اس نے بارہا اس کی غزالی آنکھوں میں اپنے نام کا دیپ جلتے دیکھا تھا اور اسی دیپ کے جلتے رہنے کا یقین دل میں لیے بڑے آرام سے اپنے کیریئر کو بنانے کی جدوجہد میں مگن تھا لیکن اس شام صمد ماموں کے گھر جانے پر احساس ہوا تھا کہ اسے دیر ہو چکی ہے۔

مہرین تیار ہونے باہر جا چکی تھی جبکہ باقی سارا گھر بڑی شدومد سے اپنے سولہ سنگھار میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ امی بھی اپنی بھتیجی کی منگنی کی تیاریوں میں بھی اسے لفٹ کروانے کو قطعی تیار نہیں تھیں۔ احد صمد ماموں ہی تھے جو اس بھیڑ میں اس سے مخاطب ہوئے اور ان ہی کی خاطر اسے فنکشن میں شریک بھی ہونا پڑا، ورنہ بہت ممکن تھا کہ وہ ان ہی قدموں واپس وہیں سے لوٹ جاتا۔ مہرین کسی اور کے نام لکھی جا رہی ہے، اس کے دل کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا اور اس بے یقینی کو دور کرنے کے لیے اگلے دن اس نے اسے گھیر لیا تھا۔

"مہو! یہ سب کیا ہے۔ وہ رات تمہارا سجا سنورا روپ، یہ تمہاری انگلی میں پڑی کسی اور کے نام کی انگوٹھی، مہمانوں سے بھرا گھر، خوشی کے بجتے شادیانے۔۔۔ کہیں یہ سب مل کر مجھے پاگل ہی نہ کر دیں۔"

"ان سب باتوں سے آپ کے پاگل پن کا بھلا کیا تعلق۔" اس کی آنکھوں میں درد کی تحریر تھی لیکن اپنے لہجے سے وہ حیرت ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"انجان بننے کی کوشش مت کرو مہو! تم آج بھی جانتی ہو اور پہلے بھی واقف تھیں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا فیلنگز ہیں۔ میرے زبان سے کہے بغیر جس طرح تم پر سب کچھ ظاہر تھا، اسی طرح تمہارا اقرار بھی میرے دل سے چھپا نہیں رہا تھا اور اسی اقرار کے سہارے میں اتنے سال تمہاری طرف سے بے فکر رہا۔ مجھے یقین تھا کہ تم میرے سوا کبھی کسی دوسرے کی بننے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکو گی لیکن تم نے۔۔۔ تم نے تو میرے سارے خواب ہی روند ڈالے مہو!"

"زندگی میں جو لوگ خوابوں کی تعبیر پانے کے لیے جدوجہد نہیں کرتے، انہیں ایسے ہی مردہ خوابوں کی قبر پر بیٹھ کر رونا پڑتا ہے جیسے آپ رو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ میری طرف سے بے فکر نہیں، غافل ہو گئے تھے اور غفلت کی سزا تو انسان کو بھگتنی ہی پڑتی ہے۔" مہرین کا لہجہ بڑا بے درد ہو رہا تھا۔ وہ تڑپ سا گیا۔

"تم مجھے غفلت سے جگا بھی تو سکتی تھیں مہو! یہ منگنی بالکل اچانک ہی تو تمہارے سر پر مسلط نہیں کر دی گئی ہو گی۔ اگر تم کوئی ہلکا سا اشارہ بھی مجھے دے دیتیں تو آج صورت حال مختلف ہوتی۔" اس کی بات پر مہرین کے چہرے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ اشارے کی بات کرتے ہیں۔ میں نے اس مختصر سی مدت میں لاہور کتنی بار فون کیا، اگر گننے بیٹھوں تو شمار نہ ہو سکے لیکن کبھی آپ گھر پر ملے ہی نہیں۔ آپ تو لوگوں کے ساتھ تعلقات بنانے اور اپنے عالی شان مستقبل کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ مہو جیتی یا مرتی بھلا آپ کو اس بات کی پروا تھی۔"

امی کئی بار مہرین کے فون کا ذکر کرتی تھیں، اسے یاد آیا لیکن ان دنوں اسے ہوش ہی نہیں تھا۔ وہ ہر بار اس کا ذکر سرسری دلچسپی کے ساتھ سنتا اور پھر کسی دوسرے کام میں منہمک ہو جاتا۔ اسے اتنی فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ اسے کال بیک کرتا۔ اپنے کاموں میں الجھے اگر کبھی اسے اس کا خیال آ بھی جاتا تو وہ یہ سوچ کر کہ اب چند دن بعد کراچی جانا ہی ہے، وہیں جا کر اس سے مل لوں گا۔ ٹال جاتا۔ یہ ذرا سی لاپروائی کیا رنگ لائے گی، اسے گمان ہی نہیں تھا۔

"تم چاہو تو اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے مہو! صرف منگنی ہی تو ہوئی ہے، کوئی نکاح تو نہیں ہو گیا جسے توڑنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں جا سکے۔ میں آج ہی امی سے کہتا ہوں کہ وہ ماموں جان سے بات کریں۔

مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری بات سمجھ جائیں گے۔"

"نہ۔۔۔ نہ۔۔۔ نہیں۔ آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" وہ خوفزدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"میں ایسا ہی کروں گا مہو! اور مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ میں تمہیں کسی اور کا ہوتے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ میرا دل یہ صدمہ سہہ نہیں سکے گا۔" اس کے لہجے میں جنون بول رہا تھا۔

"آپ کو اپنے دل کی فکر ہے لیکن دوسروں کی عزت کی نہیں۔ اپنے دوست کو دی گئی زبان سے پھر جانے پر میرے باپ کی خودداری اور انا کو جو ٹھیس پہنچے گی' کیا ان کا دل اس دکھ کو سہہ سکے گا؟ رابعہ آنٹی جن کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں اور جو بڑے ارمانوں سے کل رات ہی اپنے بیٹے کو میرے ساتھ منسوب کر کے گئی ہیں' ان کا دل اس صدمے کو سہار سکے گا۔ منیب انکل جو کل اپنے سینکڑوں احباب کے سامنے مجھے اپنی بہو نامزد کر گئے ہیں' ان کا دل اس رشتے کے ٹوٹنے سے ہونے والی بے عزتی کو برداشت کر سکے گا۔ یہ سب سوچا ہے آپ نے؟ مجھے یقین ہے کہ ہرگز نہیں سوچا ہوگا۔ آپ میں کسی بھی معاملے کی نزاکت کو سمجھنے کی صلاحیت ہوتی تو آج آپ زندگی میں اس مقام پر نہ کھڑے ہوتے۔ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے مسٹر اسد! کہ اپنی بے شمار کامیابیوں کے باوجود بھی آپ زندگی کو برتنے کے امتحان میں بری طرح فیل ہوئے ہیں۔ نہ آپ کو کل محبت نبھانی آتی تھی اور نہ آج رشتوں کا مان رکھنا آتا ہے۔ آپ کل بھی اپنے لیے سوچتے اور جدوجہد کرتے تھے اور آج بھی بنا کسی کی پروا کیے صرف اپنی خوشی چاہتے ہیں لیکن یاد رکھیے گا کہ آپ کی خودغرضی کے اس سفر میں' میں کبھی بھی آپ کی ہم قدم نہیں بن سکتی۔"

اسے بے نقط سنا کر وہ ایک جھٹکے سے اس کے سامنے سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ ہکا بکا کھڑا اسد اسے خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا اور اب یہ دوری ہی اس کا مقدر تھی۔ ماموں جان کے گھر ان کے بے پناہ اصرار پر اگرچہ اس نے رہائش اختیار کر لی تھی لیکن مہرین سے اس کا تعلق نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ وہ بھی خود سے اس سے مخاطب نہیں ہوتی تھی۔ خود اسد میں بھی اس کی طرف دیکھنے کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ لے دے کر ایک عنبرین ہی تھی جو اس کے ساتھ چند چھوٹی موٹی باتیں کر لیتی' ورنہ اب بھی پہلے کی طرح وہ تھا اور اس کی بے پناہ مصروفیات جن کے ریلے میں بہتا بہتا وہ بہت تیزی سے مہرین عبدالصمد کو اپنے دل و دماغ سے فراموش کرتا جا رہا تھا۔

* * *

"آپ کو یقین ہے ناں ممی جی! کہ کیس کا فیصلہ میرے ہی حق میں ہوگا۔" گھبرائی گھبرائی سی عائشہ نیازی بار بار اس سے ایک ہی سوال کر رہی تھی۔ آج اس کے مقدمے کی آخری پیشی تھی' چنانچہ اس کا یہ اضطراب بالکل فطری تھا۔

"تمہیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے عائشہ! اتنے دنوں کی کارروائی سے تمہیں حالات کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا۔ سہیل اور اس کے وکیل میں اتنا دم ہی کہاں تھا کہ وہ اسد جیسے آدمی کے سامنے ٹک سکیں۔ اسد کوئی عام سے وکیل نہیں ہیں' ان کا مقابلہ کرتے ہوئے بڑے بڑے لوگ گھبراتے ہیں اور تمہارا کیس تو بہت معمولی نوعیت کا ہے۔ اگر اسد خود اس کیس میں انٹرسٹ نہ لیتے تو ہم کسی اوسط درجے کے وکیل کے ذریعے بھی یہ مقدمہ جیت سکتے تھے۔" ممی نے بھرپور طریقے سے اس کی تسلی کروائی۔

"عائشہ بیٹا! کیوں اتنا گھبرا رہی ہے اور وکیل صاحب کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ اتنے دنوں سے اسد صاحب سے مل رہے ہیں ہم لوگ۔ ان کے جوہر کوئی چھپے ہوئے تھوڑی ہیں ہم سے۔ اگر مجھے ان کی قابلیت پر ذرا بھی شک ہوتا تو میں خود تیرے لیے دوسرا وکیل کر دیتا۔ ٹٹ پونجیا تو نہیں ہے تیرا باپ کہ تیرے لیے کچھ کر ہی نہ سکے۔"

اپنے والد کے الفاظ سن کر عائشہ کا سر شرم سے جھک گیا۔ یہی والدین تھے جن کی محبت کو ٹھوکر مار کر وہ

شخص کے ساتھ چل پڑی تھی سہیل جیسے بالقدرے اور آج اس مقام پر کھڑی تھی جہاں اس کے خاندان کی کسی لڑکی نے کبھی قدم نہ رکھا ہوگا پھر بھی وہ خوش قسمت تھی کہ منیٰ ہاشمی سے جا ٹکرائی۔ منیٰ اور اسد نے اس کے والدین کے سامنے اس کے لیے اتنی بار سفارش کی، انہیں اتنا منایا کہ بالآخر وہ لوگ پسیج ہی گئے۔

اسد اور خود نیازی صاحب کے اختیارات نے ہی یہ ممکن بنایا تھا کہ عدالت نے انہیں بہت قریب قریب کی تاریخیں دی تھیں اور چند ہی پیشیوں کے بعد جج نے آج آخری فیصلہ سنانے کا اعلان کر دیا تھا، ورنہ عموماً اس قسم کے معاملات میں دوسری پارٹی تاخیری حربے استعمال کرنے کا سوچتی ہے لیکن اب عائشہ نیازی کی بیک مضبوط تھی جبکہ اس کے مقابلے میں سہیل کا نہ تو وکیل اتنا ماہر تھا اور نہ ہی اس میں طویل عرصے تک مقدمے کو طول دینے کی استطاعت تھی۔ وہ ایک عام سا ملازمت پیشہ شخص تھا جو ایک بے آسرا عورت کو دیکھ کر شیر ہو گیا تھا لیکن اب یہ عورت جن مضبوط ستونوں کا سہارا لیے کھڑی تھی، ان سے سہیل سر تو ٹکرا سکتا تھا لیکن انہیں ہلانے کی طاقت نہ تھی اس میں۔

"چلیے بھئی، آپ لوگ تیار ہو جائیے۔ اب پانچ منٹ بعد ہماری باری آنے والی ہے۔"

وکیلوں کے مخصوص بلیک کوٹ میں ملبوس اسد نے آ کر ان لوگوں کو اطلاع فراہم کی اور اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل کے صفحے الٹتا واپس پلٹ گیا۔ عدالت نے ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد فوراً ہی مقدمے کا فیصلہ عائشہ نیازی کے حق میں سنا دیا تھا۔ عائشہ عدالت کا فیصلہ سن کر جہاں خوشی سے بے اختیار رو پڑی تھی، وہیں منیٰ کی آنکھوں میں بھی ہلکی سی نمی اتر آئی تھی۔

"مبارک ہو بھئی منیٰ! آپ جیت گئیں۔" جلد ہی اسد بھی وہاں چلا آیا تھا اور اب اس کے خوشی سے تمتماتے چہرے اور آنکھوں میں چمکتے شفاف پانی کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔

"مبارک باد تو مجھے دینی چاہیے تھی آپ کو۔ اس کیس کے وکیل تو آپ تھے۔" منیٰ بے اختیار ہی مسکرائی۔

"نہیں بھئی، اس کامیابی کا کریڈٹ لینے کی اصل حقدار آپ ہی ہیں۔ سارا ہوم ورک تو آپ نے ہی کیا تھا۔ میں تو بس عدالت کے سامنے آ کر چند جملے بولنے کا سزاوار ہوں۔ اگر آپ کو ڈگری اور لائسنس مل چکا ہوتا تو آپ یہ کام بھی بخوبی کر لیتیں بلکہ شاید مجھ سے بھی کم وقت لگتا آپ کو اپنی بات منوانے میں۔ ابھی تو آپ کا فائنل ایئر بھی مکمل نہیں ہوا تو آپ کی ذہنی اپروچ اتنی بلند ہے، جب صحیح معنوں میں فیلڈ میں قدم رکھیں گی تو یقیناً خواتین وکلاء کی لسٹ میں بہت بڑا نام ثابت ہوں گی۔" پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے وہ بڑے کھلے الفاظ میں اسے سراہ رہا تھا۔

عائشہ ان سے بھی پہلے اپنے والدین کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔

"کہاں ڈراپ کروں آپ کو، آفس یا گھر؟" اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے وہ اس سے پوچھنے لگا۔

"گھر... خوشی کے موقع پر میں ہمیشہ اپنے گھر جانا پسند کرتی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"وہ کیوں بھئی؟" اسد حیران ہوا۔

"دیکھیں نا، آفس میں تو سب کے لیے یہ ایک معمولی نوعیت کا واقعہ ہے۔ ان کے سامنے بے تحاشا خوشی کا اظہار کروں گی تو وہ سب مجھے پاگل سمجھیں گے جبکہ میں سچ مچ خود کو خوش ظاہر کرنا چاہتی ہوں۔ ہاں، البتہ چند سال بعد شاید میں بھی اس طرح کے واقعات کو ایک روٹین کی طرح محسوس کرنے لگوں لیکن ابھی نہیں۔"

وہ واقعی بے تحاشا خوش لگ رہی تھی۔ اسد اس کی دیوانگی پر مسکرانے لگا۔ منیٰ کی شخصیت کے سارے رنگ بڑے پرجوش اور ہنگامہ خیز تھے جو آہستہ آہستہ مہرین کے ٹھہرے ٹھہرے، مدھم انداز پر غالب ہوتے

Aneela PakistaniPoint

جارہے تھے۔

* * *

"کہاں رہتی ہو منی آج کل۔ کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور تم سے ملاقات ہی نہیں ہو پاتی۔ ابھی تو وکیل بنی نہیں ہو تو مصروفیت کا یہ عالم ہے، جب بن جاؤ گی تو شاید ہم لوگوں کو تم سے ملاقات کے لیے باقاعدہ اپائنمنٹ لینا پڑے گا۔"

ہادیہ واقعی آج بڑے دنوں بعد اس سے مل رہی تھی، اس لیے اس کا شکوہ بالکل بجا تھا۔

"میرا شیڈول تو شروع ہی سے ٹف رہا ہے یار! لیکن شاید آج کل تم ہی وقت نہیں نکال پا رہی ہو ہماری طرف آنے کا، ورنہ کوئی نئی مصروفیت تو نہیں پالی میں نے۔"

"خیر یہ تو نہ کہو، تمہاری ایک خوشگوار سی نئی مصروفیت ہمیں نظر تو آرہی ہے اور ہم دعاگو ہیں کہ یہ مصروفیت مستقل تمہاری ہم قدم ہو جائے۔" ہادیہ نے شوخی سے اسے چھیڑا۔

"کس نئی مصروفیت کی بات کر رہی ہو تم، میں سمجھی نہیں؟" وہ چونکی۔

"اسد جیلانی کی۔ موصوف آج کل بڑی باقاعدگی سے تمہیں پک اینڈ ڈراپ دیتے نظر آرہے ہیں۔ اچھا ہے کہ وہ مکمل طور پر یہ ذمہ داری اپنے سر لے لیں۔ ذہین ہیں، اسمارٹ ہیں اور سب سے بڑھ کر تمہارے ہم پیشہ اور ہم خیال ہیں۔ تمہیں تمہارے کاموں میں سپورٹ کرنے والا اچھا ساتھی مل جائے گا اور پھپھو جان جو ہر وقت تمہاری فکر میں گھلتی رہتی ہیں، پرسکون ہو جائیں گی۔"

"شٹ اپ ہادیہ! کیا فضول بکواس کیے جا رہی ہو۔ اسد میرے ساتھ آفس میں ہیں۔ ہم لوگ کام کے سلسلے میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تم اتنی نیرو مائنڈڈ کب سے ہو گئیں کہ جہاں ایک لڑکا اور لڑکی کو ساتھ دیکھا، غلط سلط مطلب نکالنے لگیں۔" اس کا انداز کافی جھنجلایا ہوا اور غصیلا تھا لیکن ہادیہ نے کوئی اثر نہ لیا۔

"تم شروع ہی سے ڈفر ہو مجھے معلوم ہے اس لیے تم سے ایسے عقل مندانہ فیصلوں کی مجھے کوئی امید نہیں لیکن منی ڈیئر! تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔ شادی تمہیں ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی سے کرنی ہے اس لیے بہتر ہے کہ عقل سے کام لو اور اس شخص کو اپنا لائف پارٹنر منتخب کرو جو تمہاری زندگی کی ترجیحات میں تمہارا ساتھ دے سکے اور اسد جیلانی ایسا ہی ہے۔"

"اچھا بابا! جب کوئی بات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ تمہارا تو یہ حال ہے کہ سوت نہ کپاس، جولاہے سے لٹھم لٹھا۔ اسد جیلانی نے نہ مجھ سے ایسا کچھ کہا، نہ میرے دل میں ایسا کوئی خیال آیا اور تم چلی ہو رشتہ داریاں جوڑنے۔" منی کو ہادیہ کے خلوص پر کوئی شک نہیں تھا، لہٰذا اس سے مزید الجھے بنا بات کو ٹال دینے میں ہی عافیت سمجھی۔

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا کر رہی ہو؟ اگر مصروف نہیں تو میرے ساتھ منیب انکل کے ہاں چلو۔ ثانیہ اور جندب کی شادی کی تیاریاں عروج پر ہیں اور اکیلی رابعہ آنٹی کو سب کچھ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ دو دو شادیاں ایک ساتھ نمٹانا بھلا کوئی آسان بات ہے۔ اس پر سے بے چاری آنٹی اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے بازاروں کے چکر بھی نہیں لگا سکتیں۔ میں ہی اکثر ثانیہ کو لے کر چلی جاتی ہوں خریداری کرنے۔ کبھی علینہ بھابھی ہاتھ بٹا دیتی ہیں لیکن وہ بیچاری بھی کیا کریں، چھوٹے بچے کا ساتھ ہے اور ایک تم ہو بے وفا دوست۔ کبھی پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتیں کہ تمہارے لائق کوئی کام ہے یا نہیں۔" ہادیہ نے اسے لتاڑا۔

"پوچھنے کا فائدہ بھی کیا ہے یار! تمہیں پتا ہے کہ وہاں میرے کرنے لائق کوئی کام نہیں۔ نہ مجھے فیشن کا پتا ہے، نہ ٹرینڈ کی خبر۔ دوپٹوں پر گوٹا کناری لگانے کا کارنامہ بھی میں انجام نہیں دے سکتی تو پھر پوچھ کر کروں کیا۔"

"انسان کوئی کام کرے یہ ضروری نہیں منی! کبھی کبھی صرف کسی کا ساتھ ہونا ہی کافی ہوتا ہے۔ تم وہاں جاؤ گی تو جندب اور ثانیہ کو اچھا لگے گا۔ وہ تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گے۔"

"ثانیہ کی بات الگ ہے لیکن جندب کو مجھے دیکھ کر اچھا نہیں لگے گا۔ وہ میری موجودگی سے خوش نہیں ہوگا بلکہ اس کے سارے زخم اُدھڑنے لگیں گے اور شاید مجھ میں بھی یہ سب دیکھنے کا حوصلہ نہ ہو۔ کھلی آنکھوں سے اپنا دل اُجڑنے کا منظر دیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں مصروفیات کے دائروں میں خود کو قید کر کے اپنے آپ کو اس محبت کے عذاب سے بچانے کی کوشش کر رہی ہوں جو پہلے کبھی میرے لیے تھی لیکن میں نے اپنی نادانی سے اسے اپنے ہی ہاتھوں کھو" وہ یہ سب سوچ سکتی تھی لیکن کہنے کا اختیار کھو چکی تھی۔

"کس سوچ میں گم ہو منی! میں تم سے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہی ہوں اور تم مراقبے میں ڈوبی ہوئی ہو۔" ہادیہ نے اسے ٹہوکا دیا۔

"اچھا چلتے ہیں۔ ویسے بھی میرا P.C خراب پڑا ہے۔ اچھا ہے جندب کا P.C یوز کرلوں گی۔" وہ کیبنٹ سے ایک فائل نکال کر چلنے کے لیے تیار ہوگئی۔

"تمہارے سُدھرنے کا کوئی امکان نہیں۔ تم جیسا ہونہ کسی صاحب دل کے متھے لگنے سے بہتر ہے، تمہارے ہی جیسے کسی سڑیل وکیل کے سر لگ جائے۔ دونوں سارا دن کورٹ کچہری کے چکر لگاتے رہنا اور رات کو اپنا ہوم ورک کرنا۔ اگر درمیان میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے کا خیال آجائے تو آئی لو یو لکھ کر ای میل کر دینا۔ بڑے ہی سکھ، چین اور آرام سے گزرے گی زندگی۔" ہادیہ بری طرح تپ گئی تھی اس کی بات پر لیکن وہ ڈھیٹ بنی مسکراتی رہی۔

❀ ❀ ❀

جندب کسی کام کے سلسلے میں گھر سے باہر تھا، وہ آرام سے اس کے کمرے میں کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی۔ پاس ورڈ اس کا جانا پہچانا تھا، اس لیے آرام سے لفظ ٹائپ کر کے مانیٹر کی طرف دیکھنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے ڈالے گئے پاس ورڈ سے کمپیوٹر آن نہیں ہو سکا تھا۔ تو کیا جندب نے اپنا پاس ورڈ تبدیل کر ڈالا؟۔ بے چینی سے سوچتے ہوئے وہ اپنے نام کی جگہ مہرین کے نام کی اسپیلنگ جندب کے نام کے ساتھ ملا کر ٹائپ کرنے لگی لیکن اگلا پل اس کے لیے مزید حیران کن تھا۔ کمپیوٹر اب بھی آن نہیں ہوا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح تمام ممکنہ لفظ ٹائپ کر کے دیکھنے لگی۔

اچانک ہی ایک ہاتھ پیچھے سے آیا۔ وہ یک ٹک کی بورڈ پر اس کی انگلیوں کی حرکت دیکھتی رہی۔ اس نے اپنے سابقہ پاس ورڈ سے منی کے نام کے حروف نکال کر Space ڈال دیا تھا۔ یہ نیا پاس ورڈ ڈالتے ہی اس نے اپنے سامنے موجود مانیٹر کو ورکنگ کنڈیشن میں پایا لیکن وہ ساکت بیٹھی رہی۔ اس کی پشت سے کی بورڈ کی طرف آنے والا ہاتھ واپس جا چکا تھا۔ اس نے دھیرے سے چیئر کا رخ بدلا۔ وہ اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ سینے پر اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم نے سوچا ہو گا کہ میری زندگی کسی اور کے نام لکھی جا رہی ہے تو میرے دل پر لکھا نام بھی تبدیل ہو گیا ہو گا لیکن یاد رکھنا منی! کہ میرے دل پر اگر کوئی نام لکھا گیا ہے تو وہ صرف تمہارا ہے اور اب جبکہ تم نے اس نام کو لکھنے کا اختیار مجھ سے چھین لیا ہے تو وہاں کوئی دوسرا نام کبھی نہیں لکھا جائے گا۔ میری زندگی میں جہاں تم نہیں ہو، وہاں صرف خلا ہے۔ ایسا خلا جو کبھی پُر نہیں ہو گا۔" وہ اپنے مخصوص جنونی انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکتا بڑی بے خوفی سے بول رہا تھا۔

منی کو اپنا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا محسوس ہوا۔ اسے لگا کہ وہ کچھ پل اور یہاں رک گئی تو جندب شاہ کے قدموں میں کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر جائے گی اور

Aneela PakistaniPoint

وہ بکھرنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ یہ کانچ جدائی کے راستے پر گھسٹ گھسٹ کر چلتے اس شخص کے قدموں کو مزید زخمی کردیں گے کہ اس راستے سے واپس پلٹنے کا کوئی اختیار اسے حاصل نہ تھا۔ وہ سرپٹ دوڑتی اس کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

❋ ❋ ❋

"اگر میں آپ سے ایک بات کہوں تو آپ برا تو نہیں مانیں گی منی!" اسد جیلانی نے گاڑی کو گھر کی طرف جانے والے راستے پر ڈالتے اچانک ہی اس سے پوچھا۔ وہ آج پھر اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھی۔

"یہ تو آپ کی بات پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔ اگر برا ماننے والی بات ہوگی تو مان جاؤں گی، ورنہ نہیں۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"ویسے تو برا ماننے والی بات نہیں لیکن تم اتنی منفرد لڑکی ہو کہ پتا ہی نہیں چلتا کہ تمہیں کیا اچھا لگے گا اور کیا نہیں۔" وہ جھجکا۔

"ارے بھئی! جو کہنا ہے، کہہ دیں۔ اگر مجھے آپ کی بات بری بھی لگی تو میں اتنی خوفناک ہرگز نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"میں اپنی امی کو آپ کے پیرنٹس کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ آئی مین اپنا پروپوزل دے کر۔" وہ بولا تو یک لخت ہی منی کا چہرہ پتھرا گیا، وہ رخ موڑ کر کھڑکی سے باہر اپنے اردگرد رواں ٹریفک کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں شاید میری بات بری لگی۔" اسد نے اندازہ لگایا۔

"نہیں، لیکن میرے لیے یہ بہت اچانک ہے۔ میں فوری طور پر یہ فیصلہ نہیں کرسکتی، مجھے کچھ وقت چاہیے سوچنے کے لیے، اس لیے پلیز ابھی آپ اپنی امی سے کچھ مت کہیے گا۔" اس کے الفاظ اتنے غیر حوصلہ افزا نہیں تھے لیکن پتہ نہیں کیوں اسد کو اس کا لہجہ بے حد سپاٹ لگا۔

❋ ❋ ❋

ثانیہ کی خالہ پاکستان آچکی تھیں، ان کی آمد کے ساتھ ہی دونوں بہن بھائیوں کی شادی کی ڈیٹ فکس کردی گئی تھی۔ صرف ایک ماہ کا قلیل وقفہ تھا جس کے بعد جندب شاہ کی ذات سے اس کا آخری اختیار بھی ختم ہوجاتا۔ زندگی کے اس موڑ پر وہ اپنے لیے کوئی بہتر فیصلہ کرلینا چاہتی تھی۔ اسد کا پرپوزل اس کے سامنے تھا۔ وہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کبھی اس نے اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں سوچا تھا۔ ذہین، لائق، آزاد خیال اور اس کے ساتھ اس کی ترجیحات کو نبھانے والا لیکن پھر بھی کوئی چیز تھی جو اسے اسد کو ہاں کہنے سے روک رہی تھی۔ شاید جندب شاہ کی سچی اور پُرخلوص محبت تھی جس نے منیٰ ہاشمی اور اس کے آئیڈیل کے درمیان دیوار کھڑی کردی تھی۔ وہ لاکھ چاہنے کے باوجود اس دیوار کو گرانے کی ہمت خود میں نہیں پارہی تھی۔ وہ دوہرے عذاب میں مبتلا تھی۔ محبت اسے اپنا اسیر کرچکی تھی اور وہ زبان سے کوئی احتجاج بھی نہیں کرسکتی تھی۔

ایسے ہی اذیت ناک دنوں میں ایک روز بڑی ممانی نے اسے بلا بھیجا۔ اتفاقاً ہی آج اس نے کالج اور آفس دونوں جگہ سے چھٹی کرلی تھی۔ ماموں کے گھر ہادیہ اس سے پہلے ہی موجود تھی۔

"شادی میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں بیٹا! یوں تو کافی تیاری ہادیہ اور ثانیہ نے مل کر کرلی ہے لیکن ابھی نکاح اور ولیمے کے جوڑے باقی ہیں۔ ثانی کو تو اس کی خالہ چھوڑنے کے لیے بالکل راضی نہیں۔ ساری بری اس کی پسند سے بنوانا چاہتی ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مہرین کے لیے بھی ولیمے کا سوٹ اس کی پسند سے بنوالیا جائے۔ اکیلی وہ جندب کے ساتھ جانے کے لیے راضی نہیں ہوگی۔ بہت شرمیلی بچی ہے، اس لیے چاہتی ہوں کہ تم دونوں مہرین کو لے کر جندب کے ساتھ چلی جاؤ۔ اس کی جھجک بھی ٹوٹ جائے گی اور صلاح مشورہ کرکے خریدنے میں آسانی بھی رہے گی۔" ممانی کی بات نے اسے گہرا سانس لینے پر مجبور کردیا تھا۔ یعنی محبت کو ٹھکرانے کی اتنی سزا کافی نہیں

تھی کہ محبت اس سے روٹھ گئی تھی بلکہ اسے پل پل کند چھری سے اپنے ہاتھوں اپنے دل کو قتل کرنا تھا۔ بہر صورت وہ ممانی جان کی بات ٹال نہیں سکتی تھی۔ سو جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

بیزار بیزار سی مہرین بھی ان کے ساتھ تھی۔ گاڑی میں وہ جندب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے اس تحمل کو شرم و حیا محمول کرتے ہوئے ہادیہ اسے لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ مجبوراً منی کو فرنٹ سیٹ سنبھالنی پڑی تھی۔ جندب نے ایک شکوہ بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی جیسے کہہ رہا ہو۔ "اگر تم چاہتیں تو یہ سیٹ ہمیشہ کے لیے تمہارے لیے مخصوص رہتی۔" منی نے اس سے نظریں چرا کر اپنی توجہ پچھلی سیٹ پر موجود ہادیہ اور مہرین کی گفتگو کی طرف مبذول کر دی تھی۔

ہادیہ بہترین ڈریس ڈیزائنر تھی، اس لیے ہمیشہ فیشن کے بدلتے تقاضوں سے آگاہ رہتی تھی۔ اب بھی دلہنوں کے روایتی انداز سے ہٹ کر مختلف انداز اور سٹائلوں کے ملبوسات کے بارے میں مہرین کو بتا رہی تھی۔ مہرین کافی غیر دلچسپی سے اس گفتگو میں حصہ لے رہی تھی۔ یہ بات منی نے محسوس تو کی لیکن نظرانداز کر گئی لیکن مہرین کا یہ انداز پوری شاپنگ کے دوران برقرار رہا تھا۔ بالآخر ہادیہ نے خود ہی اس کے لیے ایک سوٹ منتخب کر لیا تھا۔ یہ کاسنی رنگ کا غرارہ سوٹ تھا جس پر ڈارک پرپل لپلک کے ساتھ مروڑی کا خوبصورت سلور کام کیا گیا تھا۔

"دیکھو مہرین! یہ سوٹ کیسا رہے گا؟" ہادیہ کے پوچھنے پر مہرین نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا جبکہ منی کو بھی یہ سوٹ پسند آیا تھا۔

"اسے چھوڑو ہادیہ! کسی اور کومبی نیشن کا ڈریس پسند کرو۔" یکدم ہی جندب نے سوٹ کو رد کر دیا۔

"چلو ٹھیک ہے، کچھ اور دیکھ لیتے ہیں۔ تمہاری دلہن نے پہننا ہے، اگر تمہیں ہی پسند نہیں آیا تو کیا فائدہ۔" ہادیہ فوراً ہی دوسرے سوٹ دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھی جبکہ منی نے قدرے چونک کر سوالیہ نظروں سے جندب کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا فیورٹ کلر ہے۔

"مجھے یہ رنگ تمہارے سوا کسی دوسرے پر اچھا نہیں لگتا۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں اس نے منی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ وہ بے بس سی ہو کر ہادیہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جو اب ایک انگوری اور میرون کنٹراسٹ کا شرارہ منتخب کیے بیٹھی تھی۔

کئی گھنٹوں کی خواری کے بعد وہ لوگ شاپنگ بیگز اٹھائے شاپنگ سینٹر سے باہر نکلے تھے۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں گاڑی یہیں لے کر آتا ہوں۔" وہ سڑک کے اس پار کھڑی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تھا۔ آتے ہوئے بے انتہا رش کے سبب مجبوراً اسے گاڑی کو شاپنگ سینٹر کے بجائے اس کے سامنے واقع ایک آفس کے سامنے پارک کرنا پڑا تھا۔

وہ لوگ خاموشی سے کھڑی اسے پرہجوم سڑک کو کراس کرتا دیکھ رہی تھیں۔ اچانک ہی منی کو ایک تیز رفتار کوچ نظر آئی۔ کوچ بہت تیزی سے جندب کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن نہ جانے وہ کن خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس کی توجہ اس کی طرف نہیں تھی۔

"جندب.....!" ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ بے اختیار ہی اندھا دھند سڑک پر دوڑی تھی۔ اس کی آواز پر جندب چونک کر پیچھے مڑا تھا اور یہی پل بھر کا مڑنا اس کی زندگی بچا گیا تھا۔ کوچ زن سے اس کے برابر سے گزر گئی تھی لیکن عین ان ہی لمحات میں دیوانوں کی طرح اس کی طرف دوڑ کر آتی منی کو ایک ٹیکسی نے ٹکر ماری تھی۔ ٹیکسی کی ٹکر سے وہ بہت بری طرح اچھل کر سڑک پر گری تھی۔ کئی گاڑیوں کے بریک ایک ساتھ چرچرائے تھے۔ ٹیکسی والا برق رفتاری سے اپنی ٹیکسی دوڑاتا وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ یوں بھی ہر شخص گواہ تھا کہ اس حادثے میں ٹیکسی والے کا نہیں بلکہ اس لڑکی کا قصور ہے جو بالکل اچانک ہی دوڑتی ہوئی سڑک پر آگئی تھی۔ لوگ بہت تیزی سے منی کے گرد جمع ہو رہے تھے جس کا کاسنی لباس جگہ جگہ سے

نکلتے خون کی بنا پر اپنی رنگت کھو بیٹھا تھا۔ کسی کے کچھ کرنے سے پہلے جندب بے ہوش منّی کو اپنی بانہوں میں اٹھائے کار کی طرف دوڑا تھا۔ اسے اس وقت کسی شے کا ہوش نہیں تھا۔

ہادیہ دوڑ کر اس کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی تھی۔ منّی کا سر اس نے اپنی گود میں رکھا تھا۔ ساتھ ہی وہ مہرین کو بھی آوازیں دے رہی تھی جو ہجوم میں پھنسی ان تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔

جندب کو اس وقت جلد سے جلد منّی کو ہاسپٹل پہنچانے کے علاوہ کسی دوسری بات کا دھیان نہیں تھا' سو وہ مہرین کے گاڑی تک پہنچنے سے پہلے زن سے گاڑی دوڑاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پیچھے وہ تنہا اس پر ہجوم سڑک پر کھڑی ساکت نظروں سے سڑک پر بکھرے پیکٹس کو دیکھ رہی تھی۔ ان پیکٹس میں اس کا عروسی جوڑا اور دیگر چیزیں تھیں۔ اب سے کچھ دیر پہلے یہ پیکٹس شاپنگ بیگز میں رکھے جندب کے ہاتھ میں تھے اور اب وہاں جس شخص کو موقع مل رہا تھا' وہ انہیں لوٹنے میں مصروف تھا۔ انہیں یوں لاوارث چھوڑ کر جانے والے کے لیے یقیناً ان چیزوں اور اس لڑکی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ چیز جو اس کے لیے اہم تھی' وہ اسے لمحوں میں ایک قیمتی متاع کی طرح اپنی بانہوں میں سمیٹ کر وہاں سے جا چکا تھا۔

"کیا مجھے جندب کے اس عمل سے تکلیف پہنچی ہے؟" مہرین نے خود سے سوال کیا لیکن اسے جواب "نہیں" کی صورت میں ملا۔

"مجھ جیسی لڑکی جو پہلے ہی اپنے جذبے کسی اور کے نام کر چکی ہے' یقیناً ایسے ہی سلوک کی مستحق تھی۔"

بے دردی سے سوچتی وہ اس پولیس مین کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جو اس سے حادثے کی تفصیلات معلوم کر رہا تھا۔

* * *

"پروردگار! تو جانتا ہے دلوں کا حال' میں جی نہ سکوں گا جو اسے کچھ بھی ہو گیا۔"

وہ آئی سی یو کے باہر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کی روح کا سارا اضطراب جیسے اس کے قدموں میں اتر آیا تھا۔

"خدا کے لیے جندب! تم تھوڑی دیر کے لیے آرام سے بیٹھ جاؤ' تمہارے اس طرح ٹہلنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔" ہادیہ مسلسل کئی گھنٹوں سے اس کا یہ انداز دیکھ رہی تھی' بالآخر اسے ٹوک گئی۔

"وہ تکلیف میں ہے ہادیہ! اور تم مجھے آرام سے بیٹھنے کو کہہ رہی ہو۔ میرا بس نہیں چلتا کہ اس کی ہر چوٹ اپنے جسم پر سجا لوں اور اسے پہلے کی طرح ہنستا مسکراتا تم لوگوں کے درمیان لا کھڑا کروں۔" اس کے دل کی دیوانگی اس کے لہجے سے بھی عیاں تھی۔

"ہر شخص کو اپنے نصیب کی تکلیف خود سہنی ہوتی ہے۔ اگر تم اس کے لیے کچھ کر سکتے ہو تو وہ صرف دعا ہے اور یقین کرو' دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسی کی تکلیف لے سکتا تو سب سے پہلے خدیجہ پھپھو اپنی اکلوتی بیٹی کی تکلیف اپنے اوپر لیتیں لیکن دیکھو' انہوں نے بھی دعا کا دامن تھام رکھا ہے۔ جاؤ تم بھی اپنے لیے تکلیف مانگنے کے بجائے رب سے اس کی زندگی اور صحت مانگو۔"

وہ اس کی دیوانگی کو محسوس کر رہی تھی' اس لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر سب لوگوں سے ذرا دور لے گئی۔ ہادیہ نے راستے میں ہی جندب کے موبائل سے گھر فون کر کے گھر والوں کو حادثے کی خبر دے دی تھی' چنانچہ ان لوگوں کے ہاسپٹل پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔

"اگر اسے کچھ ہوا تو اس سے پہلے میں مر جاؤں گا ہادیہ!" وہ اتنا مضبوط' اونچا' پورا مرد اس کے سامنے کھڑا زار و قطار رو رہا تھا۔ ہادیہ دھیرے سے اس کا ہاتھ تھپک کر رہ گئی۔ آنسو تو خود اس کی آنکھوں سے بھی بنا رکے جاری تھے۔

* * *

"ایسا کیوں کیا تھا دوست! میری طرف آتی مصیبت

## خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز

کی ایک خوبصورت پیشکش

نامور مصنفہ رضیہ جمیل

کا "ساگر دریا بادل بوند"

کے بعد مشہور و معروف ناول

# اک گھروندہ برف کا

اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

☆ خوبصورت سرورق

☆ مضبوط جلد

☆ آفسٹ پیپر

قیمت صرف =/300 روپے

کتاب منگوانے کے لیے

آج ہی =/330 روپے

کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ

ارسال فرمائیں۔

ملنے کا پتا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی


اپنے سر لیتے تمہیں ذرا بھی میرا خیال نہ آیا۔ کتنا تڑپایا اور رلایا ہے مجھے تمہاری تکلیف نے۔ دل چاہتا تھا اپنا وجود کسی بلڈوزر سے روند ڈالوں۔ وہ ساری چوٹیں جو تمہیں لگی ہیں' اپنے بدن پر سجالوں لیکن پھر یہ سوچ کر عمل نہ کر سکا کہ اب تو یہ وجود تمہاری امانت ہے۔ تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے بچایا ہے' سو اب تم ہی اس جان کی حقدار ہو۔ میرا تو کوئی اختیار رہا ہی نہیں اس زندگی پر۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے بڑی دیوانگی سے کہہ رہا تھا۔ حادثے میں بڑی شدید چوٹیں آئی تھیں اس کو۔ گھر والوں کی بے پناہ دعاؤں' اس کی مظلوموں کے لیے کی گئی نیکیوں اور رب کی مہربانی نے اسے نئی زندگی عطا کی تھی۔ پورے ایک مہینے سے وہ ہاسپٹل میں تھی۔ اس دوران جندب کی شادی کی ڈیٹ آکر گزر گئی تھی۔ وہ اس کی عدم موجودگی میں دولہا بننے کو تیار نہیں ہوا تھا۔ البتہ ثانیہ کو چونکہ خالہ اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتی تھیں' اس لیے اسے مقرر کردہ تاریخ پر ہی رخصت کر دیا گیا تھا۔ مہرین سے اس نے معافی مانگ لی تھی۔ شادی ملتوی کرنے پر بھی اور اپنے اس دن کے رویے پر بھی۔ اس روز سڑک پر تنہا رہ جانے والی مہرین کو ایک پولیس آفیسر نے گھر پہنچایا تھا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا منی!" اس نے اس بار سرگوشی میں اپنا سوال دہرایا تھا۔ منی اس کے انداز پر چونک کر سنبھل گئی۔

"کتنی دفعہ تو سب کو بتا چکی ہوں جندب! وہ ایک اضطراری حرکت تھی۔ تمہاری طرف بڑھتی کوچ کو دیکھ کر میں بے ساختہ ہی سڑک کی طرف بھاگی تھی۔ مجھے پتا ہی نہیں چل سکا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔" بیسیوں بار کی بتائی بات اس نے اس کے سامنے دہرائی۔

"وہاں تمہارے سوا دو لڑکیاں اور بھی تھیں منی! ایک تمہاری ہی طرح میری بچپن کی دوست اور کزن اور دوسری میری ہونے والی بیوی۔ انہوں نے بھی تمہاری طرح سب کچھ دیکھا تھا لیکن وہ تو یوں دیوانہ وار

میرے لیے نہیں دوڑی تھیں، پھر تم کیوں خود پر سے اختیار کھو بیٹھیں۔" وکیل وہ تھی لیکن جرح وہ کر رہا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں۔ ویسے بھی ایک ہی حادثے پر مختلف لوگوں کا ردعمل مختلف ہوتا ہے۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں تم سے۔ اس دن تمہارا ردعمل سب سے مختلف تھا کیونکہ تمہارا جذبہ بھی سب سے مختلف تھا۔" وہ جو کہہ رہا تھا۔ منیٰ آنکھیں ملا کر اس حقیقت کو رد نہیں کر سکتی تھی۔ سو نظر چرا گئی۔

"وہ محبت تھی ناں منیٰ! جس نے تمہیں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ میں جانتا ہوں محبت کے سوا کوئی جذبہ اتنا طاقت ور نہیں ہوتا جو کسی دوسرے کی خاطر انسان کو اپنی جان پر کھیل جانے پر مجبور کر دے۔" اس کی آواز دھیمی ہوتے ہوئے سرگوشی میں ڈھل گئی۔

منیٰ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کی کنپٹی پر سے بہتے ہوئے تکیے میں جذب ہونے لگے۔

"کیوں کیا خود پر اور مجھ پر یہ ظلم! ہماری راہ میں تو کوئی ظالم سماج بھی نہ تھا پھر کیوں مجھ پر اپنی طرف آنے والے راستوں کو بند کر ڈالا، جب مجھ سے محبت تھی تو اس کو تسلیم کیوں نہ کیا۔ کیوں زندگی کو درد کا صحرا بنا دیا۔" اس کی زبان پر ان گنت سوالات تھے۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے رونے لگی۔

"پتا ہی نہیں چلا جندب! خبر ہی نہ ہو سکی مجھے کہ تم کتنی خاموشی سے میری جڑوں میں بیٹھے ہوئے ہو اور جب خبر ہوئی تو وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔"

"وقت نہیں نکلا منیٰ! وقت ابھی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ میں ممی ڈیڈی سے بات کروں گا۔ وہ مان جائیں گے۔ انہیں ہماری خوشی کی خاطر ماننا ہی پڑے گا۔" اس کی بات سن کر وہ گھبرا گئی۔

"نہیں جندب! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ تم ماموں، ممانی پر کوئی پریشر نہیں ڈالو گے۔ یہ معاملہ صرف تمہارے ہمارے گھر کا مسئلہ نہیں۔ یہ ایک تیسرے گھر کا بھی مسئلہ ہے۔ کیا کہیں گے وہ بے چارے لوگ کہ ان کی اچھی بھلی، خوبصورت، پڑھی لکھی لڑکی منگنی کے چھ ماہ بعد اپنے باپ کے عزیز دوست کے گھر سے کیوں ٹھکرا دی گئی۔ کیا ہو گا، بابا، صمد انکل اور ماموں جان کی دوستی کا۔ اور کیا کرو گے تم جب لوگ میری طرف انگلیاں اٹھائیں گے۔ میرے کردار پر شک کریں گے۔ کیا سہہ لیا جائے گا تم سے میرے بے داغ وجود پر لگایا گیا الزام؟۔" اس نے اس کی دکھتی رگ کو پکڑ کر اسے بے بس کر دیا تھا۔

"تم بہت بری ہو منیٰ! بہت بری اور اس سے بھی برا یہ کہ میں تم سی بے درد لڑکی سے محبت کرتا ہوں۔" وہ ٹوٹا ہوا اس کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

ہادیہ جو آج منیٰ کے پاس ہاسپٹل میں ٹھہری ہوئی تھی اور جندب کو اس سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لیے باہر لاؤنج میں پڑے صوفے پر جا بیٹھی تھی۔ باہر نکلتے جندب کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے اس کی شکست بھانپ گئی۔ آنسو کے دو قطرے نکل کر اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔ اس کے دو عزیز ترین دوست تکلیف میں تھے اور وہ بے بس تھی، یہاں تک کہ وہ ملاپ کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ ایسا کرتے ہوئے ایک تیسری ہستی کا چہرہ اس کے سامنے آ جاتا تھا، حالات کی اس بے رحمی میں یقیناً "اس معصوم لڑکی کا کوئی قصور نہیں تھا۔

❊ ❊ ❊

"میں تمہاری دھمکیوں سے ہرگز بھی مرعوب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم لوگ مجھے ڈرانا دھمکانا چھوڑ کر خود ہی گرفتاری دے دو۔ ورنہ قانون کے ہاتھ تو ایک نہ ایک دن تمہیں گرفتار کر ہی لیں گے۔"

صمد صاحب کی آواز میں غصے کی جھلک واضح طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔ ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھی ان کی بیگم اور مہرین، عنبرین چونک کر

انہیں دیکھنے لگیں۔

"پولیس کی نوکری میں برسوں گزارے ہیں۔ تم سڑک چھاپ غنڈوں کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر گیا تو سمجھو مجھے یہ ملازمت ہی چھوڑنی پڑ جائے گی۔" غصے سے کہتے انہوں نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

"خیریت پاپا! کون تھا صبح صبح جو آپ اتنے غصے میں تھے۔" توس کی پلیٹ ان کے سامنے رکھتے ہوئے مہرین نے پوچھا۔

"ایسے ہی بیٹا! ایک معمولی سا غنڈہ ہے لیکن آج کل اپنا گروہ منظم کر لیا ہے اس لیے اچھلتا پھر رہا ہے۔ کچھ دن پہلے اس کا ایک آدمی گرفتار ہوا تھا۔ اس کے ذریعے ہمیں اس غنڈے کے کئی غیر قانونی دھندوں اور اس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کی امید ہے۔ فی الحال اس کے آدمی نے زبان نہیں کھولی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی زبان کھلنے سے پہلے ہی ہم اسے چھوڑ دیں۔ پہلے پہل رشوت کا لالچ دیتا رہا جب دیکھا کہ اس سے کام نہیں چلے گا تو دھمکیوں پر اتر آیا۔ کہیں سے گھر کا فون نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اسی لیے آج صبح فون کر کے دھمکا رہا تھا کہ سولہ گھنٹے کے اندر اندر میرا آدمی رہا ہو جانا چاہیے ورنہ نتیجے کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" انہوں نے تفصیلات بتائیں۔

"صمد صاحب! ذرا سنبھل کر چلیے۔ آج کل زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے۔ لوگ پہلے کی طرح پولیس سے نہیں ڈرتے اور ڈریں بھی کیوں پولیس سے زیادہ اسلحہ اور وسائل ہیں ان لوگوں کے پاس، اور یہاں کراچی کا حال تو بہت ہی خراب ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ پھنے خان بنا پھرتا ہے۔ کتنے تو پولیس والے ان لوگوں کی زد میں آ چکے ہیں۔ میں تو ویسے بھی کہتی ہوں چھوڑیں یہ پولیس کی نوکری۔ ماشاء اللہ ہمارا بیٹا اچھا کماتا ہے۔ خود آپ کی اپنی زمینیں ہیں جن سے اتنی آمدنی تو بہرحال ہو ہی جاتی ہے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔" بیگم صمد ہمیشہ کی طرح اپنے شوہر کو سمجھانے لگیں۔ انہیں شروع ہی سے صمد صاحب کی یہ نوکری پسند نہیں تھی، جس میں ہر وقت جان سولی پر لٹکی رہتی تھی۔

"موت کا وقت آنے سے پہلے کوئی شخص نہیں مرتا اور جب وقت آ جائے تو کوئی احتیاط آدمی کو بچا نہیں پاتی۔ لہٰذا ایک ایسی بات سے ڈر کر جو بہرصورت ایک نہ ایک دن ہونی ہے آدمی بزدلوں کی سی زندگی کیوں گزارے۔ لوگ بے شک ہماری نوکری اور ہمیں بری نگاہ سے دیکھتے ہوں، لیکن میرا اپنا ضمیر تو مطمئن ہے ناں کہ میں نے ہمیشہ اس نوکری کو ایمانداری سے نبھایا ہے اور میں اپنے ملک کا ایک کار آمد شہری ہوں۔"

"میرے پاپا ہیں ہی بہت گریٹ آدمی، میں تو اپنی سب دوستوں کو پاپا کے کارنامے سناتی ہوں سچ آپا! میرے سب دوست پاپا سے بہت انسپائر ہیں۔" صمد صاحب کی باتوں پر انہیں سراہتے ہوئے عنبرین نے بڑی بہن کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا۔

"میں جانتی ہوں گڑیا! لیکن پاپا کو مسکہ لگانے کے بجائے جلد جلدی یہ بٹر لگے سلائس کھاؤ تاکہ وین آنے سے پہلے فارغ ہو جاؤ۔" مہرین نے اسے چھیڑا۔

"دیکھ رہے ہیں پاپا! یہ مہرین آپا مجھ پر کیسا الزام لگا رہی ہیں۔ آپ تو ویسے ہی میری ہر بات بن کہے مان جاتے ہیں پھر بھلا مجھے آپ کو مکھن لگانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ تو واقعی مہرین! تم ہماری لاڈلی بیٹی کے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔"

عنبرین کے شکوہ بھرے انداز پر صمد صاحب نے مسکراتے ہوئے مہرین کو ٹوکا۔ اس سے پہلے کہ مہرین جواباً کچھ کہتی باہر سے وین کا ہارن سنائی دیا۔ عنبرین بیگ اٹھا کر جلدی سے باہر کی طرف چل دی۔ البتہ جاتے جاتے وہ مہرین کو منہ چڑانا نہیں بھولی تھی۔ اس کی اس حرکت پر مہرین اپنے لبوں پر مچلنے والی بے ساختہ مسکراہٹ روک نہیں پائی تھی۔

"اتنی بڑی ہو گئی لیکن اب بھی بچوں والی حرکتیں کرتی ہے۔" محبت سے کہتے ہوئے وہ اپنی چائے کی

طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

* * *

"بہت دن ہوئے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

ایک کیس کو اس کے ساتھ ڈسکس کرتے کرتے اچانک ہی اسد نے اس سے کہا۔ ابھی چار دن پہلے ہی اس نے دوبارہ آفس جوائن کرلیا تھا۔ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہونے کے بعد بھی امی کئی دنوں تک اسے گھر سے نکلنے دینے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

"دراصل اس ایکسیڈنٹ کے بعد میرے حواس ہی مجتمع نہ ہو سکے کہ میں اس بارے میں کچھ سوچتی۔ اب آپ نے یاد دلایا ہے تو انشاءاللہ غور کروں گی۔"

"یاد دلایا ہے، مطلب آپ اس بات کو فراموش کر چکی تھیں۔" منی کے جواب نے اسد جیلانی کو سخت مایوس کیا۔

"آپ دل پر نہ لیں اسد صاحب! وہ حادثہ تھا ہی اتنا شدید کہ واقعی مجھے کچھ یاد نہیں آیا' سوائے اس حادثے کے' میں بطور خاص صرف آپ کا مسئلہ ہی نہیں بھولی تھی۔ اور بھی بہت سی باتیں میرے ذہن سے نکل گئی تھیں۔ مثلاً "علینہ بھابھی اور بھائی جان کی شادی کی سالگرہ کا دن بھی میری یادداشت سے نکل گیا تھا۔ اور جب عین وقت پر بھابھی نے مجھ سے شکوہ کیا تو مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی۔"

"ویسے میری آج تک سمجھ میں نہیں آیا منی کہ تم نے اس روز اتنی احمقانہ حرکت کی کیسے۔ اچھی بھلی باشعور لڑکی ہو کر بالکل بچوں کی طرح کا عمل کیا تھا تم نے۔"

"ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اچھا بھلا عقلمند شخص احمقانہ حرکت کر بیٹھتا ہے۔ جیسے اس وقت آپ بغیر کیپ لگائے پین کو اپنے پاکٹ میں رکھنے کی حماقت کر چکے ہیں اور نتیجتاً آپ کی جیب پر میرے ماتھے پر لگے چوٹ کے نشان کی طرح ایک داغ لگ چکا ہے۔"

منی کے شرارت بھرے انداز میں احساس دلانے پر اس نے چونک کر اپنی جیب کی طرف دیکھا جہاں واقعی سیاہی کا نشان پڑ چکا تھا۔ وہ اپنی اس غیر اختیاری غلطی پر جھینپ سا گیا۔

* * *

"یہ آپا ابھی تک یونیورسٹی سے واپس نہیں آئیں۔ وہ تو مجھ سے بھی پہلے گھر پہنچ جاتی ہیں۔ آج کیا خاص بات ہے۔ کیا صبح جاتے وقت آپ سے کچھ کہہ کر گئی تھیں وہ....." لنچ پر مہرین کے انتظار میں بیٹھی عنبرین نے کچھ پریشان ہو کر گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے ماں سے پوچھا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں کہہ کر گئی تھی۔ میں تو خود جب سے پریشان ہو رہی ہوں۔ پوائنٹ سے گئی تھی خدا خیر کرے۔ میں آدھا گھنٹہ اور انتظار کرتی ہوں اگر وہ پھر بھی نہیں آئی تو فون کر کے تمہارے پاپا کو انفارم کروں گی۔" بیگم صمد کے لہجے میں بھی پریشانی تھی۔

آدھا گھنٹہ دونوں ماں بیٹی نے بڑے اضطراب سے گزارا لیکن مہرین کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

"میرا خیال ہے ممی! اب آپ پاپا کو فون کر ہی دیں تو بہتر ہے۔"

"ہاں بیٹا! کر رہی ہوں۔" عنبرین کے پریشان انداز میں کہے گئے جملے کا جواب دیتی وہ فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئیں۔

پھر شام سے رات ہو گئی' لیکن مہرین کا کچھ پتا نہیں چلا۔ یونیورسٹی سے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ آج وہاں پہنچی ہی نہیں۔ اور اگر وہ یونیورسٹی نہیں گئی تو کہاں گئی یہ وہ سوال تھا جس کا جواب ان میں سے کسی کے پاس نہیں تھا۔ اسد کو بھی آفس سے آنے کے بعد گھر میں پھیلی اس پریشانی کا احساس ہو گیا تھا۔ اگرچہ بات گھر سے باہر نہیں نکلنے دی گئی تھی' لیکن گھر میں رہنے والے بندے سے چھپانا تو کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا۔ اور ایسے حال میں جب کہ عنبرین کی رو رو کر آنکھیں سوج گئی تھیں اور مسز صمد پر غشی کے

Aneela PakistaniPoint

...تھے وہ لوگ کچھ چھپاتے بھی تو کیسے۔
...صاحب تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے۔ ان کی
...نہیں آرہا تھا کہ اسے ڈھونڈنے جائیں تو آخر
...اس کی تو چند ایک کے سوا دوستیں بھی نہیں
...وہ پوچھ چکے تھے۔
...آپ کی کسی سے ایسی دشمنی تو نہیں کہ وہ یہ
...اس کو اچانک ہی خیال سوجھا۔
...ہم پولیس والوں کے تو دوستوں سے زیادہ
...کسی ایک پر میں کیسے شک کر سکتا
...ہوتے ہیں۔
"وہ بہت مایوس تھے۔
...وہ شخص جس نے کل صبح اپنے آدمی کو
...کے لیے آپ کو دھمکی دی تھی کہیں یہ اس کا
...نہیں۔"
...نے کہا تو انہیں دھیان آیا کہ کل صبح کے
...اس غنڈے نے انہیں فون نہیں کیا۔ یقیناً"
...انہیں اعصابی طور پر اتنا کمزور کر دینا چاہتا تھا کہ وہ
...حجت ان کی بات مان جائیں۔ عنبرین کے
...دلانے پر وہ بالکل صحیح خطوط پر سوچنے لگے تھے۔
...کے مایوس انداز میں ایک بار پھر تحریک پیدا
...گی۔ جلدی جلدی مختلف جگہ کے نمبر ڈائل
...وہ اپنے دشمن پر جھپٹنے کے لیے پوری طرح تیار
...

...فتار شدہ آدمی سے حاصل کیے گئے ٹھکانوں کے
...رات بھر چھاپہ مارتے مارتے وہ صبح کے قریب
...ٹھکانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ جہاں
...رکھا گیا تھا، وہ بڑی خاموشی سے بے ہوش بیٹی کو
...لے آئے تھے۔ گھر آنے کے بعد بھی وہ دنوں تک
...اپنے آپ کو سنبھال نہیں پائی تھی۔ اس کی ذہنی حالت
...بھی اثر تھی۔ وہ ہر وقت ڈری سہمی رہتی۔ گھر والوں
...سے اس نے بات کرنا ترک کر دیا تھا۔ ایک ہی
...رہنے کی وجہ سے نادیہ، جندب اور منی کے
...تک بھی اس کی بیماری کی خبر پہنچ گئی
...سب ہی لوگ اس کی عیادت کے لیے
آتے رہے تھے۔

اس دن بھی جندب کی ممی وہاں آئی ہوئی تھیں۔ مہرین کے بجھے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے اچانک ہی بولیں۔

"بس بھابھی اب، بہت دن ہو گئے کوئی نزدیکی تاریخ مقرر کر لیتے ہیں۔ آپ لوگ میری بہو کا خیال نہیں رکھتے اس لیے بچی بیمار ہو گئی۔ اپنے گھر لے جا کر میں اور میرا بیٹا آپ ہی اس کا خیال رکھ لیں گے۔"

ان کے لہجے میں مہرین کے لیے جو محبت تھی اسے محسوس کر کے مسز صمد خوش دلی سے مسکرا دیں جب کہ مہرین کے اعصاب بری طرح جھنجھنا اٹھے۔ اس کے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کو سب سے چھپالیا گیا تھا۔ لیکن کیا جندب کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جانا چاہیے تھا۔ اس کے خیال میں یہ صحیح نہیں تھا۔ اس سوچ نے اسے اتنا پریشان کیا کہ ایک شام وہ اسد کو گھر میں پا کر اس کے کمرے میں چلی گئی۔

"او مہرین! بیٹھو، اچھا ہوا تم اپنے کمرے سے باہر تو نکلیں۔ اس کا تمہاری صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔" وہ اسے دیکھ کر چونکا تھا لیکن اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"آپ کب سے مجھے مہو کے بجائے مہرین کہنے لگے اسد...!" وہ یاسیت سے مسکرائی۔

"تمہیں مہو کہنے کا حقدار تو اب صرف جندب ہی ہے ناں مہرین! اس لیے میں نے یہ نام ترک کر دیا۔" اس نے بوکھلا کر وضاحت دی۔

"جندب تو اور بھی بہت سی باتوں کا حقدار ہے ناں اسد! کم از کم اسے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی ہونے والی بیوی، ایک رات گھر سے باہر بدمعاشوں کے اڈے پر رہ کر آئی ہے۔ تاکہ وہ اپنے لیے اپنی پسند کا فیصلہ کر سکے۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو مہرین! جو بات چھپی ہے، اسے چھپا ہی رہنے دو۔ بیکار میں گڑے مردے اکھاڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" اسد نے اسے ڈپٹا۔

"نہیں اسد! وہ شخص اتنا برا نہیں ہے کہ اسے اتنے دھوکے دیے جائیں۔ میرا دل پہلے میرے پاس نہیں تھا۔ صرف بھی ایک دھوکا بہت کافی تھا اس کے لیے۔ اب

میری عزت بھی میرے پاس نہیں رہی، کم از کم اسے یہ دھوکا دیتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔" وہ چلائی۔

"جو کچھ ہوا، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ مہرین! اس لیے تمہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہوا اسے ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"میرا قصور نہیں تھا، اس بات کو آپ مانتے ہیں تو پھر ایسا کریں، آپ مجھے اپنا لیں۔ میں پاپا کے سامنے آپ کے لیے اسٹینڈ لے لوں گی۔"

"میں.....!" وہ ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے بولا۔

"ہاں، آپ اسد! جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا لیکن پھر بھی میں بہت کچھ گنوا چکی ہوں۔ جندب کو مجھ سے شادی کر کے کچھ بھی نہیں ملے گا، جب کہ آپ کو کم از کم ایک چیز مل جائے گی۔ میری محبت، جو خالصتاً آپ کے لیے تھی اور آج بھی ہے۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا مہرین! کیونکہ میں منّی کو پرپوز کر چکا ہوں۔" اسد رخ بدل گیا۔

"پرپوز ہی کیا ہے ناں، ابھی کوئی منگنی یا شادی تو نہیں ہوئی۔ آپ اس سے معذرت کر لیجیے گا۔ وہ آپ کی بات سمجھ جائے گی۔ آخر آپ دونوں مل کر مظلوم عورتوں کے لیے اتنے رفاہی کام کرتے ہیں۔ میں جو آپ کی سابقہ محبوبہ اور سگی ماموں زاد ہوں، مجھ سے بڑھ کر کون آپ کی ہمدردی کا حقدار ہو سکتا ہے۔" وہ نہ جانے اسد کے منہ سے کیا سننا چاہتی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا مہرین.....! دوسروں سے زبانی ہمدردی کرنا یا ان پر کچھ رقم خرچ کرنا اور بات ہے لیکن کسی ادھوری عورت کو اپنی زندگی میں شامل کرنا بالکل مختلف بات ہے، عزت کا موتی گنوا دینے والی عورت مکمل کہلائے جانے کی ہرگز حقدار نہیں۔"

اس کے الفاظ کی کاٹ نے مہرین کو اندر تک زخمی کر ڈالا تھا۔ لیکن پھر وہ خود کو سنبھالتی دیوانہ وار ہنس پڑی۔ اسد کچھ حیرت اور پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"گھبرائیے مت، پاگل پن کا دورہ نہیں پڑا ہے مجھ پر، میں تو صرف اس لیے ہنس رہی ہوں اسد جیلانی صاحب! کہ آپ کے نصیب میں واقعی مکمل عورت نہیں۔ منّی ہاشمی جسے اپنانے کی آپ بات کر رہے ہیں اپنا دل جندب شاہ کے پاس گروی رکھ چکی ہے اور جو عورت دل نہیں رکھتی یقیناً" وہ بھی مکمل کہلائے جانے کی حقدار نہیں ہوتی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم منّی کے خلاف مجھے بدگمان کرنے کے لیے یہ سب کہہ رہی ہو۔" وہ چلایا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی مسٹر اسد جیلانی! میں آپ کو صرف حقیقت سے آگاہ کر رہی ہوں۔ میں نے دیکھی ہے اس کی آنکھوں میں وہ دیوانگی جب وہ اپنی زندگی سے بے پروا ہو کر اس کے پیچھے چلتے روڈ پر دوڑ پڑی تھی۔"

بڑے دھیمے انداز میں اسے سلگا کر وہ اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

"محبت میں جدائی سہہ لی جاتی ہے، لیکن بے وفائی نہیں سہی جاتی اسد! اور تم نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔"

اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹتے وہ دھیمے سے بڑبڑائی تھی اور پھر اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔

❊ ❊ ❊

"مہرین کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ دوسری صبح جس نے بھی یہ بات سنی وہ اپنی جگہ دم بخود رہ گیا۔ رات سوتے سوتے ہی کسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہو گیا تھا۔ صبح جب عنبرین اسے جگانے آئی تو بستر پر صرف ایک بے روح وجود باقی تھا۔

وہ بیمار تھی۔ یہ بات سب کو معلوم تھی، لیکن وہ اتنی شدید بیمار ہو گی کہ جان سے ہی گزر جائے، اس بات کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ جنازے میں آئے تمام لوگ اس کی جواں مرگی پر افسردہ اور بالکل اچانک موت کے سبب شدید حیرت زدہ تھے۔ صرف دو افراد ایسے تھے

TONIC

جنہیں اس کے یوں اچانک مرجانے پر حیرت نہیں تھی۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ اس لڑکی کو کسی مرض نے نہیں بلکہ بے وفائی کے غم نے مارا ہے۔

ان میں سے ایک فرد تو اسد جیلانی تھا۔ جب کہ دوسری منی تھی۔ اس روز وہ بھی جلدی گھر آگئی تھی۔ اور پھر مہرین کی مزاج پرسی کے خیال سے صمد انکل کی طرف چلی گئی تھی۔ عنبرین نے اسے بتایا کہ مہرین، اسد کے کمرے میں ہے۔ اس لیے وہ اسد کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ لیکن اندر داخل ہونے سے پہلے ہی اس کے کان میں چند ایسے جملے پڑ گئے کہ وہ باہر رہ کر ان دونوں کی باتیں سننے پر مجبور ہوگئی۔ ان کی گفتگو سے اس پر مہرین کے اغوا اسد اور مہرین کے مابین تعلق اور سب سے بڑھ کر اسد کی بے درد طبیعت کے بارے میں انکشافات ہوئے تھے۔ وہ اس شخص کو کتنا کھرا اور لوگوں سے محبت کرنے والا سمجھتی تھی۔ وہ جب اس کے سامنے بڑھ چڑھ کر عورتوں کے حقوق کے بارے میں تقریریں کرتا تو اسے اپنے آئیڈیل سے قریب تر محسوس ہوتا۔ لیکن جو شخص اپنی محبت کے ساتھ ہمدردی نہ کرسکتا ہو اس کی کسی دوسرے کے ساتھ کی جانے والی ہمدردی کو شہرت حاصل کرنے کے طریقے کے سوا کیا سمجھا جاسکتا تھا۔

آئیڈیل نظر آنے والے دراصل سراب ہوتے ہیں۔ یہ بات وہ جان گئی تھی۔ بلند و بانگ دعوے کرنے والے اسد جیلانی سے، سیدھا سادہ مزاج رکھنے والا جندب شاہ کہیں بہتر تھا۔ جو بغیر کوئی دعوا کیے اپنی استطاعت کے مطابق خاموشی سے دوسروں کے کام بخوشی انجام دے دیا کرتا تھا۔

مہرین کے چالیسویں کے بعد اسد نے ایک بار پھر اس کے سامنے اپنا سوال دہرایا۔

"آئندہ یہ سوال مجھ سے کبھی نہ کرنا اسد! اس لیے کہ میں جانتی ہوں مہرین کیوں مرگئی تھی۔" منی نے اسے صرف اتنا جواب دیا تھا۔

* * *

میرے بس میں اگر ہوتا ہٹا کر چاند تاروں کو
میں نیلے آسماں پہ بس تیری آنکھیں بنا دیتا
شجر ہوتا تو لکھ لکھ کے تمہارا نام پتوں پر
تمہارے شہر کی جانب ہواؤں میں اڑا دیتا

وہ ایک جذب سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بڑے رومانٹک موڈ میں شعر سنا رہا تھا۔ منی کو اس کے لفظ لفظ پر یقین تھا۔ وہ واقعی ایسا دیوانہ تھا اس کے بس میں ہوتا کہ واقعی اگر جو بس میں ہوتا تو یہ سب بھی کر گزرتا پھر بھی وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہ آئی۔

"شجر کے پتوں پر نام لکھنے تک تو معاملہ ٹھیک ہے لیکن یہ "تمہارے شہر" سے کیا مراد ہے؟ میں کوئی الگ شہر کی رہنے والی تو ہوں نہیں، کہیں تم یہ شعر کسی اور کے لیے تو نہیں سنا رہے۔"

"دوسروں کی شاعری پر گزارا کرنے میں تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ تین مصرعے اپنے مطلب کے نکل آئے، چوتھا ذرا مختلف ہوگیا۔ پر وعدہ آئندہ خود شاعری کی کوشش کروں گا۔ تاکہ شک کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔"

اس کی بات پر چڑے بغیر وہ نہایت اطمینان سے بولی۔

"اللہ رے! کیا کہنے آپ کی فرمانبرداری کے۔ اب آپ بزنس کے معاملات سنبھالنا چھوڑ کر مشقِ سخن کیا کریں گے۔" منی اس کی بات پر ہنسی۔

"ظاہر سی بات ہے یار! اتنی مشکلوں سے تم میرے ہاتھ آئی ہو۔ اگر اتنی معمولی سی بات پر خفا ہو گئیں تو میں کیا کروں گا۔" وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔

"ٹھیک کہتے ہو جندب! ہماری شادی بظاہر سیدھا معاملہ تھی اور قدرت نے ہمیں کتنے الجھاؤ کے بعد ایک دوسرے سے ملایا۔" اس کے لہجے میں اداسی در آئی۔

"صرف اس لیے بیگم صاحبہ! کہ آپ کو ہماری قدر ہو سکے۔ اگر آسانی سے اتنا ہینڈسم بندہ تمہیں مل جاتا تم نے خاک بھی اہمیت نہیں دینی تھی مجھے۔" وہ اس مسلسل ہلکے پھلکے کی اداسی کو محسوس کر رہا تھا۔ سو

انداز میں اس کی ٹینشن دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مہرین کتنی نامراد چلی گئی اس دنیا سے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے میری نظر کھا گئی۔ لیکن یقین کرو جندب! میں نے کبھی ایسا نہیں چاہا۔ کبھی میرے دل میں خیال نہیں آیا کہ میں اسے تمہاری زندگی سے نکال دوں۔ وہ تو خود ہی بنا کسی سے کہے اتنی خاموشی سے چلی گئی۔ اگر رکتی تو میں خود اسے اپنے ہاتھوں تمہاری دلہن بناتی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔

"قسمت میں سب کچھ ایسے ہی ہونا لکھا تھا منی! میرے نصیب میں تم لکھی تھیں بھلا کوئی دوسرا کس طرح تمہاری جگہ لے سکتا تھا۔ تمہیں میرے گھر آنا تھا تب ہی تو قدرت نے میرے دل میں تمہارے لیے اتنی محبت پیدا کی۔ رہی چاہنے اور نہ چاہنے کی بات تو انسان کے چاہنے اور اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہوا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہماری کہانی میں اتنا الجھاؤ ہی نہیں آتا۔ تم پہلی دفعہ میں ہی میری محبت کو قبول کر لیتیں۔ اسد اور مہرین کی محبت کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے منجانب اللہ ہوتا ہے۔ بندہ صرف خواہش اور کوشش کر سکتا ہے۔ فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو سمیٹتے اس نے سمجھایا تھا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو جندب!" وہ اس کے پہلو سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

"میں تو واقعی ٹھیک کہتا ہوں لیکن تم بالکل ٹھیک نہیں کرتی ہو' میرے ساتھ شادی کو دس دن ہو گئے۔ ان دس دنوں میں ایک بھی موقع ایسا نہیں آیا کہ تم نے میرے رومانٹک موڈ کا ستیاناس نہ کیا ہو۔" وہ لہجے میں مصنوعی خفگی سموئے اس سے بولا تھا۔

"تمہارے رومانٹک موڈ کا ستیاناس کرنا تو خیر بہت ضروری ہے۔ کیونکہ جناب پر ماشاء اللہ سے ہر وقت ہی یہی موڈ طاری رہتا ہے۔ اگر تمہیں اس موڈ سے نہ نکالا گیا تو ہمارے سارے کام دھرے رہ جائیں گے۔"

وہ بے پروائی سے اسے جواب دیتی اپنے بال سلجھا رہی تھی۔

"دنیا میں ایسی کوئی عدالت بھی تو نہیں ہے جہاں تم جیسے محبت کے ناقدروں کے خلاف مقدمہ درج کر کے سزا دلائی جائے۔" وہ جھنجلایا۔

"نہیں جندب! آئندہ کبھی مجھ پر محبت کی ناقدری کا الزام نہ لگانا۔ کیونکہ محبت اپنے مجرموں کو سزا خود سناتی ہے۔ یہ بڑی ظالم اور سخت گیر جج ہے' اس کے فیصلوں کی زد میں آئے مجرم درد کی انتہاؤں کو برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔" وہ متوحش سی ہو کر اس کے قریب چلی آئی۔ اور اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بولنے سے روک دیا۔ جندب نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں چھائے خوف کو دیکھا اور پھر اپنے ہونٹوں پر رکھا اس کا ہاتھ دھیرے سے چوم کر نرمی سے اپنے دائیں ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔

"محبت بہت مہربان اور نرم خُو بھی تو ہوتی ہے۔ منی! جب کسی کو سیراب کرنے پر آئے تو ساون کے بادلوں کی طرح ٹوٹ کر برستی ہے اور تن من میں خوشیوں کے پھول کِھلا ڈالتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو جندب! اس نے تو میرے وجود کے صحرا کو جل تھل کر کے وہاں ایک گلستان سجا دیا ہے۔" اس کے سینے پر سر ٹکائے وہ اعتراف کر رہی تھی۔

"اور پھر بھی ہماری محبوبہ اتنی کنجوس ہے کہ پورا گلستان اپنے قبضے میں رکھنے کے باوجود ہمیں مشکل سے چند پھولوں سے ہی نوازتی ہے۔" وہ شوخ ہوا۔

"تو جناب ہیں بھی تو اتنے پھیلو۔ ذرا انگلی کیا پکڑا دو' پورا ہاتھ اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔" اس نے مچل کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہا تھا لیکن اس کی بانہوں کا حصار بہت مضبوط تھا۔ منی نے ہار مان لی' یوں بھی محبت کی گرفت سے کون رہائی چاہتا ہے۔